قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال است بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس
حاضر باشد یا بادی ٭ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل است بر
مقاصد و مبادی ٭ پس اتباعاً للنص المزبور ٭ صحیفۂ شہریہ کہ متدرج است بتدرج شہور

مسمّیٰ بہ

الهادی

نمبر ۶	بابت ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۳ھ	جلد ۱

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب حاضر و بادی و مذکر است در ہر مجلس و نادی
و ممکن است برائے ہر جائع و صادی ٭ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ
و مصالح عقلیہ و کلید مثنوی و تشرف کہ اکثر آن مستفاد است از درگاہ ارشادی
یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ٭ باہتمام ادارۂ محمد عثمان عامی ٭ در ہر ماہ اسلامی
در مطبع محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی زندہ نوید برصد عنیر گردد

ٰ ہذا التفسیر الکلام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب اللہ وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ جو
بہ برکت دعا حکیم الامتہ محی السنتہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائٹیل کے ڈھائی جزسے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کیضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ ع۲ ہے

(۴) سوائے ان صاحبونکے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریدان کی خدمت میں رسالہ وی۔پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے ع۲/۲ کا وی۔پی روانہ ہوگا جسپر فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور ع۲/۳ میں وی۔پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کی طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے۔ دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب دو تین ماہ کے بعد خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی جمادی الاول ۱۳۴۳ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائینگے۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

کہ وہ شخص میری اُمتہ میں سے نہیں ہے کہ جو ہمارے بڑوں کا اکرام اور ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے علی کی قدر نکرتا ہو اسکو امام احمد نے باسناد حسن اور طبرانی اور حاکم نے روایتہ کیا ہے مگر حاکم نے بجائے لیس من امتی کے لیس منا نقل کیا ہے۔

اور حضرت واثلتہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور بزرگوں کا احترام نہ کرتا ہو اسکو طبرانی نے بواسطہ ابن شہاب واثلہ سے نقل کیا ہے اور ابن شہاب کا سماع واثلہ سے محقق نہیں۔

اور حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے نہیں وہ شخص کہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نکرتا ہو اور بڑوں کی قدر نہ پہچانتا ہو اسکو روایت کیا ترمذی ابو داؤد نے۔ مگر ابو داؤد نے بجائے یعرف شرف کبیرنا کے یعرف حق کبیرنا روایت کیا ہے۔

۵۷

اور سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یا تو فرمایا کہ اے اللہ مجھکو وہ زمانہ نہ پاوے یا فرمایا تم وہ زمانہ نہ پاؤ (شک راوی ہی) کہ جسمیں عالم کا اتباع نہ کیا جاوے اور بُردبار شخص سے حیا نہ کیجاوے انکے قلب عجمیوں کی طرح ہونگے اور انکی زبانیں عربیوں جیسی (فائدہ اس زمانہ میں صرف اہل عرب مسلمان تھے اور تمام عجم کافر تھا اللہ اعلم قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکے زبانی دعوے مسلمانوں کے سے ہونگے اور انکے قلوب کی غلظتہ کفار کی سی ہوگی) اسکو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور اسکی اسناد میں ابن لہیعہ ہے۔

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ہیں کہ انکی بے توقیری بجز منافق کے اور کوئی نہیں کرتا۔ ایک وہ شخص کہ جسنے اسلام میں بال سفید کئے ہوں دوسرا صاحب علم۔ تیسرا حاکم منصف۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں بطریق عبید اللہ زحر عن علی بن یزید عن القاسم روایت کی ہے اور سند کی ترمذی نے بمتن دیگر تحسین کی ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک زمانہ سے ایک حدیث کو سنا ہے (وہ یہ ہے کہ) جب تو بیس یا کم و بیش آدمیوں کی جماعت میں ہو اور انکے چہروں کا تفحص کرے پھر انمیں کسی ایسے آدمی کو نہ دیکھے کہ جسکا خدا کے بارے میں رعب مانا جاتا ہو تو جان لے کہ امر دین خفیف ہو گیا اسکو احمد اور طبرانی نے کبیر میں روایتہ کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے۔

علم دین کو علاوہ مرضی پروردگار دیگر مقاصد دنیوی کی وجہ سے حاصل کرنے کی ترہیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایسے علم کو کہ جس سے رضامندی پروردگار طلب کیجاتی تھی صرف اس غرض سے حاصل کیا کہ دنیا کے سامانوں میں سے کسی ایسے کام کو حاصل کرے وہ بروز قیامت جنت کی خوشبو نہ پائے گا اسکو ابو داؤد ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایتہ کیا ہے اور علی شرط الشیخین تصحیح کی ہے۔

۵۸

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم علم کو اس غرض سے نہ حاصل کرو کہ اس سے علماء پر فخر کرو اور سفہا سے مجادلہ کرو۔ اور مجالس کو حیرت میں ڈالو جس شخص نے ایسا کیا پس (اسکے لئے) نار (جہنم) ہے نار ہے اسکو ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے بطریق یحیی بن ایوب غافقی عن ابن جریج عن ابی الزبیر عنہ روایتہ کیا ہے اور یہ یحیی ثقہ ہیں شیخین وغیرہ نے انسے احتجاج کیا ہے اور اس شخص کی طرف التفات نہ کیا جاوے جو اس جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور اسکے مثل ابن ماجہ نے بھی حذیفہ سے روایتہ کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے علم کو بجز (رضائے) خدا اور کسی غرض سے سیکھا یا اس علم سے غیر اللہ

کا ارادہ کیا اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیئے اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے بطریق خالد بن دریک عن ابن عمر روایتہً کیا ہے اور سماع خالد کا ابن عمر سے ثابت نہیں اور رواۃ دونوں سندوں کے ثقہ ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے بعض آدمی علم دین میں کمال حاصل کرینگے اور قرآن شریف پڑھتے ہونگے کہینگے کہ ہم امرا کے پاس جاتے ہیں ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرینگے اور اپنے دین کو انسے بچا لینگے۔ اور یہ نہ ہو سکے گا جیسا کہ درخت قتاد سے بجز کانٹوں کے اور کچھ نہیں چنا جاتا۔ اسیطرح انکے قریب سے بھی بجز (ابن صباح نے کہا ہے کہ گویا جناب کی مراد خطایا ہیں **ف** حقیقتہ الامر یہ ہے کہ ابن صباح کو بعد الا کے لفظ یاد نہیں رہا لہذا یہ بیان کر دیا کہ جو شخص حضور نے ارشاد فرمایا تھا اس سے مراد خطایا ہیں اب آخری فقرہ اسطرح مربوط ہو گیا) خطاؤں کے اور کچھ نہیں چُنا جاتا۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور اسکے رواۃ ثقہ ہیں۔

۵۹ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے لسانی سیکھی تاکہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کرے اللہ تعالےٰ اس سے قیامت کے دن نفلی فرضی عبادت کچھہ قبول نہیں فرمائیگا اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے حافظ منذری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں انقطاع کا شبہ ہے اسوجہ سے کہ ضحاک بن شرجیل کو امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے اور انکی روایت صحابہ سے نہیں بیان کی اللہ اعلم بالصواب۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ تمہارا اسوقت کیا حال ہو گا جبکہ ایسا فتنہ تمہارے اندر مختلط ہو گا کہ اسمیں بچے پرورش ہونگے اور اس میں بڑے بوڑہے ہونگے اور اس فتنہ کو دستور العمل بنا لینگے اگر اسمیں کچھہ تغیر کسی دن کیا جائیگا تو کہا جائیگا کہ یہ بڑی بات ہے فرمایا کہ (اور بہلا) یہ کب ہو گا (خود ہی فرمایا) کہ جب تمہارے امین لوگ کم ہو جائینگے اور امرا بڑھ جائینگے اور علما کم ہو جائینگے اور قرا بڑھ جائینگے اور غیر دین (یعنے طلب دُنیا) کے واسطے علم سیکھا جائیگا اور آخرۃ کے اعمال سے دُنیا طلب کیجائے گی

اسکو مصنف عبدالرزاق نے موقوفاً نقل کیا ہے **ف** اسوقت اس پیشینگوئی کا کماحقہ انکشاف ہوگیا ہے رسومات اور بدعات عوام الناس میں اسقدر رائج ہوگئیں کہ اب اگر ان کو اس سے روکا جاتا ہے اور بدعتہ ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ نئے نئے مولوی کیسی نئی نئی باتیں بناتے ہیں اور جو اس فتنہ کے آثار بیان فرمائے گئے ہیں وہ بھی بالکل عیاں ہیں امین کا بالکل قحط ہوگیا۔ طلب علم اکثری طور پر دنیا کیواسطے ہوگئی۔ نہایت جائے غیرت ہے نیز اہل حق کو موجب اطمینان ہے کہ حق کے بیان کرنے میں جو بدعنوانیاں عوام الناس کی برداشت کرنی پڑتی ہیں وہ وہی ہیں کہ جنکی پہلے خبر دی جاچکی ہے اللہ اعلم۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک ایسے فتنہ کا ذکر کیا جو آخری زمانہ میں ہوگا (تنبیہہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمانے کی نسبت یہ زمانہ آخری زمانہ میں داخل ہے) انسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علیؓ یہ کب ہوگا فرمایا کہ جب غیر دین کیواسطے علم سیکہا جائیگا اور بغیر نیتہ عمل کے علم سیکہا جائیگا اور آخرۃ کے عمل میں دُنیا طلب کیجائے گی اسکو بھی عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں موقوف نقل کیا ہے اور پہلے حدیث ابن عباس سے مرفوع بھی گذر چکی اور اسمیں یہ مضمون بھی ہے اور وہ آدمی کہ ان کو اللہ تعالےٰ نے علم عطا فرمایا اس نے اسمیں بندگان خدا سے بخل کیا اور اسپر کچھہ لالچ اختیار کیا اور اسکے بدلے میں قیمت لی۔ پس ایسے شخص کے منہ میں قیامت کے دن آگ کا لگام ڈالا جائیگا اور ایک منادی کرنے والا اعلان کریگا کہ یہ وہ شخص ہے کہ اللہ نے اسکو علم عطا فرمایا تھا اسنے خدا کے بندوں سے بخل کیا اور اسپر لالچ اختیار کیا اور اسکی قیمت لی اور اس طریقہ پر یہ اعلان ہوتا رہیگا حتی کہ حساب کتاب محشر ختم ہو۔

۶۰

اشاعتہ علم اور دلالتہ علی الخیر کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک ان اعمال اور حسنات میں سے جو کہ مؤمن کو بعد ممات پہونچتے رہینگے

ایک علم ہے کہ اسکو تعلیم کیا اور اشاعت کی۔ اور ایک اولاد صالح ہے کہ جسکو (اپنے بعد) چھوڑا۔ یا قرآن شریف ہے کہ اسکا وارث بنایا ہے یا مسجد ہے کہ جسکو تعمیر کیا یا گھر ہے کہ مسافروں کی غرض سے بنایا یا نہر ہے کہ اسکو جاری کیا یہ وہ صدقہ ہے جسکو اپنے مال میں سے اپنی صحت سلامتی کے زمانہ مین نکالا اسکو بعد مردن پہونچتا رہیگا (ف انسان کو مناسب ہے کہ حتی الوسع ان میں سے ہر شعبہ میں کوشش کرے اللہ اعلم تردید یا آپکے ساتھ اس غرض سے فرمائی ہے کہ یہ سب اُمور اگرچہ صدقات جاریہ ہیں مگر ہر ایک عمل مین انفرادی طور پر بدرجہ قبولیت پہونچنے میں تامل ہے کیونکہ سب سے بڑی چیز اخلاص ہے اور وہ دشوار ہے لہذا ہر ایک عمل کو اختیار کرنا چاہیئے اور جامعیتہ اعمال مذکورہ کی حرص کرنی چاہیئے۔ یا اس تردید سے اسطرف اشارہ ہے کہ ان جملہ اعمال میں سے ہر عمل بذات خود کافی اور وافی ہے اگر ان میں سے ایک بھی مرتبہ قبولیت کو پہونچ گیا تو مقصود حاصل ہے) اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن اور بیہقی نے روایتہ کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین بھی اسیطرح بیان کیا ہے۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزین انسان اپنے (مرنے کے) پیچھے چھوڑتا ہے ان سب میں بہترین چیزین ہیں ایک اولاد صالح کہ اسکے واسطے دعا گو رہیں اور ایک صدقہ جاریہ کہ اس کا ثواب پہونچتا رہے ایک علم کہ اسپر بعد مردن عمل جاری رہے اسکو ابن ماجہ نے بسند صحیح بیان کیا ہے اور حدیث ابو ہریرہ پہلے گذر چکی ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اسکے عمل ختم ہوجاتے ہیں مگر تین صدقہ جاریہ یا علم کہ اس سے نفع اٹھایا جاوے یا اولاد صالح جو اسکے واسطے دعا کرے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی آدمی کی زبان سے کوئی حق کلمہ نکلا کہ جسپر اسکے (مرنے کے) بعد عمل کیا جاتا رہے لامحالہ اسی کیواسطے اسکا اجر قیامت تک جاری رکھا جائیگا پھر اللہ تعالی اسکا ثواب اسکو قیامت کے روز پورا پورا اعطا فرمائیگا اسکو امام احمد نے بسند قابل تامل

۶۱

بیان کیا ہے لیکن قواعد دین اسکی تائید کرتے ہیں۔

فصل

اور حضرت ابومسعود بدری سے مروی ہے کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سواری طلب کرتا تھا عرض کیا کہ میری سواری ہلاک ہوگئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ وہ اس شخص کے پاس گیا اس نے سواری دیدی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کار خیر پر دلالت کرے اسکے واسطے اس کام کے کرنے والے کی برابر اجر ہے۔ اسکو مسلم ابوداؤد ترمذی نے روایتہ کیا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ آپ سے سوال کیا فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے جو تجھکو دیدوں مگر تو فلاں شخص کے پاس جا وہ اس شخص کے پاس پہونچا (اور سوال کیا) اس شخص نے اسکو (جو مانگا تھا وہ) دیدیا۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کسی نیک کام پر کسی کی رہنمائی کرے اسکے لئے اس عامل کے برابر اجر ہے اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایتہ کیا ہے اور بزار نے مختصراً الدال علی الخیر کفاعلہ روایتہ کیا ہے اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں بطریق سہل بن سعد روایتہ کیا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کار خیر میں رہنمائی کرنے والا مثل اس کام کے کرنے والے کے ہے۔ اور اللہ تعالے عاجز کی فریادرسی کو محبوب رکھتا ہے اسکو بزار نے بطریق زیاد بن عبداللہ نمیری روایتہ کیا اور انکی توثیق کی گئی ہے اور اس حدیث کے واسطے شواہد بھی ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ہدایتہ کی طرف بلایا اسکو متبعین کے اجر کی برابر اجر ملیگا اور انکے اجروں میں سے کچھ کم نہیں کیا جائیگا اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اس کا گناہ

٦٢

متبعین کے گناہ کی برابر ہوگا اور یہ انکے گناہوں میں سے کچھ کم نکریگا اسکو مسلم وغیرہ نے روایتہ کیا ہے اور اس قسم کی احادیث اخیر کی ہدایتہ کے باب میں گذر چکی ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دربارۂ فرمان الہی قوا انفسکم واھلیکم نارا مروی ہے کہ اپنی اہل کو امور خیر کی تعلیم دو اسکو حاکم نے موقوفاً روایتہ کیا ہے اور علی شرط الشیخین نے تصحیح کی ہے۔

اخفاء علم سے ترہیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے کسی علم دین کا سوال کیا گیا اور اس نے اسکو مخفی رکھا۔ بروز قیامت اسکو آگ کا لگام پہنایا جائیگا۔ اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے روایتہ کیا ہے اور تحسین کی ہے اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے بھی روایتہ کیا ہے اور حاکم نے اسکے مثل حدیث روایتہ کی ہے اور علی شرط الشیخین نے اسکی تصحیح کی ہے مگر شیخین نے اسکو روایتہ نہیں کیا۔

۶۳

اور ابن ماجہ کی ایک روایتہ میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی آدمی علم کو حاصل کرکے چھپائے لامحالہ بروز قیامت آگ کا لگام ڈالے ہوئے لایا جائیگا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علم کو چھپایا خداوند تعالےٰ بروز قیامت اسکو آگ کا لگام پہنا ئیگا اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایتہ کیا ہے اور بلا غبار تصحیح کی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے اسکو چھپایا وہ بروز قیامت آگ کا لگام پہنے ہوئے آئیگا اور جس شخص نے قرآن شریف (کے بارے میں جانکر) اپنے علم کے خلاف بیان کیا (یعنے قصداً غلط مطلب بیان کیا) وہ بھی قیامت کے روز آگ کا لگام پہنے ہوئے آئیگا اسکو ابویعلیٰ نے روایتہ کیا ہے اور انکے راوی ثقات ہیں ان سے

حدیث صحیح میں احتجاج کیا جاتا ہے اور اسکے نصف اول کو بمرانی نے بسند جید کبیر اور اوسط
میں نقل کیا ہے۔
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ جو علم کو حاصل کر کر اسکو بیان نہیں کرتے انکی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو خزانہ
جمع کرے اور پھر اسمیں سے کچھ خرچ نہ کرے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں بطریق ابن لہیعہ نقل کیا ہے
اور حضرت علقمہ بن سعید بن عبد الرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ انکے باپ
وداداکے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ پڑھا (اور اسمیں)
مسلمانوں کے بعض گروہوں کی اچھی تعریف کی پھر فرمایا کہ (ان) اقوام کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنے
پڑوسیوں کو فقیہ نہیں بناتے اور نہ انکو تعلیم دیتے ہیں اور نہ نصیحت کرتے ہیں اور نہ امر بالمعروف
کرتے ہیں اور نہ نہی عن المنکر۔ اور (ان دوسری) قوموں کو کیا ہوگیا کہ یہ اپنے پڑوسیوں سے
(دین کی باتیں) نہیں سیکھتے اور نہ دین کی سمجھ اور دانائی حاصل کرتے ہیں اور نہ ان سے
نصیحت حاصل کرتے ہیں خدا کی قسم (ان) قوموں پر لازم ہے کہ یا تو اپنے ہمسایوں کو تعلیم دیں
اور فقیہ بنائیں اور نصیحت کریں اور امر و نہی کریں اور (ان دوسری) قوموں پر لازم ہے۔
کہ یہ تعلیم حاصل کریں اور (دین میں) سمجھ حاصل کریں اور نصیحت اختیار کریں نہیں تو میں انکو
جلد سزا دونگا پھر آپ (ممبر سے) اُتر آئے۔ تب ایک قوم نے کہا بھلا تمہارے خیال میں جناب
نے اس قوم سے کس قوم کو مراد لیا ہے تو آپ ہی نے فرمایا کہ اشعیرین کو وہ ایک فقیہ قوم
ہے اور انکے جوار میں ایک قوم سخت جاہل ہیں پانیوں پر رہنے والے اور گنوار۔ یہ خبر اشعیرین
کو پہنچی وہ لوگ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ جناب نے ایک قوم کا ذکر
تو خیر کے ساتھ بیان فرمایا اور ہمارا ذکر برائی کے ساتھ پھر ہمارا کیا حال ہے فرمایا قوم کو لازم
ہے کہ ضرور اپنی جوار کو تعلیم کریں اور ضرور نصیحت کرنی اور نیک کام کا حکم اور کار بد سے روکنا
چاہیئے اور ضرور دوسری قوم کو اپنے ہمسایہ لوگوں سے علم دین سیکھنا اور نصیحت ماننا اور تفقہ
حاصل کرنا چاہیئے ورنہ ضرور اللہ پاک انکو جلد دنیا ہی میں عذاب دیگا ان لوگوں نے عرض
کیا یا رسول اللہ کیا (ہمارے ذمہ پھر یہ بھی ہے) کہ ہم دوسروں کو بھی سمجھایا کریں۔

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کا دسواں وعظ

مسمٰے بہ

نگاہ کی حفاظت

منتخب از غض البصر وعظ ہشتم دعوات عبدیت

حصّہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ و بارک و سلم

امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یعلم خائنۃ الاعین و ما تخفی الصدور (ترجمہ) اللہ تعالےٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتے ہیں۔ اور جس شئے کو سینے میں چھپاتے ہیں اس کو جانتے ہیں۔

اس کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) یہ ایک آیت ہے جس کے لفظ تو بہت ہیں مگر اس کے معنی بہت کچھ ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ہماری ایک بُرائی بتلائی ہے اور ساتھ ہی اس پر ملامت بھی ہے۔ اور اس آیت میں جس بُرائی کا بیان ہے۔ اُس میں لوگ عام طور پر پھنس ہے

ہیں۔ اس وجہ سے میں اس آیت کو بیان کروں گا۔ کیونکہ مرضوں میں سے اُسی مرض سے
خبردار کرتے ہیں جبمیں لوگ پھنسے ہوئے ہوں مرض سے میری مراد گناہ ہے لوگوں کو
تعجب ہوگا کہ گناہ کو مرض کیوں کہا بات یہ ہے کہ مرض سے جیسے تکلیف پہنچتی ہے ایسے
ہی گناہ سے بھی تکلیف پہونچتی ہے بلکہ گناہ سے جو تکلیف پہونچتی ہے وہ مرض کی تکلیف
سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ مرض سے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مرجاوے گا۔
اور مرنے سے تو بعض وقت اور نفع ہوتا ہے۔ کہ بہت سے جھگڑوں سے چھوٹ جاتا
ہے کیونکہ جس قدر بھی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ وہ اسی روح اور جسم کے آپس کے تعلق کی وجہ
سے ہوتی ہیں۔ دیکھئے کہ جو بدن سُن ہو جاتا ہے اُس کو اگر کاٹ بھی ڈالیں تو کچھ تکلیف
نہیں ہوتی اور جس شخص پر فالج گرا ہو تو اس کے جتنے بدن پر فالج کا اثر ہو اُس میں آپ
چاہے سوئیاں چبھوئیں کچھ بھی تکلیف نہ ہوگی۔ کیونکہ جو تعلق روح کو بدن سے پہلے تھا اب
ویسا تعلق نہیں رہا۔ گو تھوڑا بہت تعلق ہو جس کی وجہ سے وہ حصہ بدن کا گلتا سڑتا نہیں
جیسے مردہ کا بدن گلجاتا ہے پس جب روح کا تعلق بدن سے کم ہو جانے پر بھی بالکل تکلیف
نہیں ہوتی تو جبکہ یہ روح کا تعلق بدن سے بالکل ہی نہ رہے گا تو پھر تکلیف کیونکر ہو سکتی
ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب روح جُدا ہو جاتی ہے تو کوئی تکلیف نہیں رہتی اس وقت
ایک لطیفہ یاد آیا ایک طبیب کی کسی نے تعریف کی کہ یہ بڑے اچھے حکیم ہیں ان کے علاج
سے بیماری ہی نہیں رہی یعنی بیمار ہی نہیں رہتا جو بیماری رہے کیونکہ بیماری نہ رہنے کی دو
طریقے ہیں ایک تو یہ کہ بیمار کی بیماری جاتی ہے اور بیمار باقی رہے مرے نہیں بلکہ تندرست
ہو جاوے اور ایک طریقہ بیماری نہ رہنے کا یہ ہے کہ بیمار ہی چلدے جیسے کسی افیونی کے
ناک پر مکھی آکر بیٹھی اُس نے اُڑا دیا وہ پھر آ بیٹھی جب کئی بار اُڑانے سے نہ گئی
تو اُس نے چھری لیکر ناک اڑا ڈالی اور کہا کہ وہ اڈا ہی نہیں رہا جس پر اب بیٹھے گی۔
خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو نہ زکام رہتا ہے نہ کھانسی نہ بخار نہ فکر نہ رنج
سب بلائیں اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں۔ بالکل آرام چین ہو جاتا ہے آرام کے لفظ پر
ایک قصہ یاد آیا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور انکی بیوی ام سلیم ان دونوں میاں

۲

بی بی کی حدیث شریف میں بہت تعریف آئی ہے۔ ایک مرتبہ اون کا ایک بچہ بیمار ہوگیا
حضرت ابو طلحہؓ ہمیشہ آکر بی بی سے اس کا حال پوچھتے ایک روز وہ بچہ انتقال کرگیا حضرت
ابو طلحہؓ اسوقت باہر تھے۔ بی بی نے یہ خیال کیا کہ اگر میں اب اسکی خبر کروں تو رات کا
وقت ہے نہ کھانا کھائیں گے اور نہ نیند آئے گی خوامخواہ بیچین ہونگے اس لئے مناسب
یہ ہے کہ اس وقت اُنھیں خبر ہی نہ کی جاوے حضرت ابو طلحہؓ جب باہر سے تشریف لائے
تو موافق عادت کے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے اب یہ وقت بڑے امتحان کا تھا اگر
سچ بولیں تو جو مصلحت سوچی تھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور اگر جھوٹ بولیں تو وہ بڑا
بھاری گناہ حقیقت میں انہیں جواب دینے میں بڑی دقت ہوئی لیکن دینداری ایسی چیز
ہے کہ عقل اور سمجھ کو بھی زیادہ کردیتی ہے پس اللہ تعالےٰ نے اُنکو جواب سُجھا دیا کہنے
لگیں کہ ابتو اُس کو آرام ہے اس لئے کہ موت سے بڑھکر کوئی اور آرام نہیں ہے
ایک لطیفہ یاد آیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میرے باپ یعنی
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو جیسی کہ ایک گاؤں کے آدمی نے مجھے
تسلی دی ایسی کسی نے نہیں دی سچ یہ ہے کہ دیندار خواہ گاؤں کا ہو یا شہر کا اس کی
سمجھ درست ہوجاتی ہے۔ اس وجہ سے وہ جو بات کہتا ہے ٹھیک کہتا ہے اُس گاؤں
والے نے تسلی یہ دی کہ آپ صبر کیجئے ہم بھی آپ کی وجہ سے صبر کریں گے کیونکہ ہم
چھوٹے ہیں اور آپ ہمارے بڑے ہیں اور چھوٹوں کا صبر بڑوں کے صبر کے بعد ہوتا
ہے (جب بڑے صبر کرتے ہیں تو چھوٹے بھی صبر کرتے ہیں) اور آپ کے والد کے انتقال
کرنے سے نہ تو آپ کا نقصان ہوا بلکہ اور نفع ہی ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ تم کو ثواب ملا
اور وہ ثواب تمہارے لئے حضرت عباسؓ سے بہتر ہے اور تمہارے والد حضرت عباسؓ کا
بھی کچھ نقصان نہیں ہوا اس لئے کہ وہ خدا تعالےٰ سے مل گئے اور اللہ تعالےٰ عباسؓ کے
لئے تم سے بہتر ہے یعنی تمہارے پاس رہنے سے اللہ کے پاس رہنا بہتر ہے یہ اُس گاؤں
والے نے عجیب بات کہی حقیقت میں موت ایسی ہی آرام کی چیز ہے حدیث میں آیا ہے
کہ موت مومن کا تحفہ ہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ اُس سے بھاگتا ہے وجہ اس کی یہ ہے

کہ اُس نے اُس جہان کو دیکھا نہیں موت ایک ریل گاڑی کی طرح ہے جیسے گاڑی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا دیتی ہے اسی طرح اس جہان سے آخرت کے جہان میں پہونچا دیتی ہے جب گاڑی میں آدمی بیٹھا ہوتا ہے تو اُس کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ میرے لئے وہاں کیا کیا تیار ہو رہا ہے جب ریل سے اسٹیشن پر اتر کے دیکھا تو وہاں طرح طرح کے سامان ہیں ایک مخلوق استقبال کے لئے کھڑی ہے طرح طرح کی نعمتیں کھانے پینے کی موجود ہیں تو اس وقت جانتا ہے کہ اللہ اکبر یہاں تو ہمارے لئے بڑا سامان ہے اور جہاں سے آیا تھا وہ سب اس کی نظر میں حقیر معلوم ہونے لگتا ہے۔ بلکہ اس کا خیال تک ہی نہیں آتا اسی طرح اس دنیا کا حال ہے۔ کہ اس وقت یہاں کچھ خبر نہیں لیکن جب یہاں سے کوچ ہوگا تو خدا نے چاہا تو وہاں دیکھ لیں گے کہ کیسی کیسی نعمتیں ہمارے لئے موجود ہیں۔ اُن کے سامنے دُنیا کی نعمتوں کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اور بزرگوں نے تو ظاہری آنکھوں سے یا دل کی آنکھوں سے وہاں کی نعمتوں کو دیکھا ہے اس لئے ان کی نظروں میں دنیا کی کچھ قدر نہیں دُنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی چھوٹی ہے جیسے ماں کا پیٹ دنیا کے سامنے چھوٹا ہے کہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اور جس طرح بچہ اپنی خوشی سے دُنیا میں نہیں آتا اسیطرح آدمی آخرت کے جہان میں جانا نہیں چاہتا اور جیسے بچہ ماں کے پیٹ کو سمجھتا ہے کہ تمام جہان یہی ہے اور آگے اُس کی نظر ہی نہیں جاتی۔ مگر جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کے سامنے ماں کا پیٹ کچھ بھی نہیں اسیطرح ہم لوگ جب یہاں سے جاوینگے اور اس جہان کو دیکھیں گے۔ تو اس دنیا کی حقیقت معلوم ہوگی۔ غرض کہ موت ہر طرح آرام چین کی چیز ہے اسیواسطے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب بچہ کو آرام ہے اس کے بعد حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا اور پھر اُن کو بی بی کے پاس جانے کی رغبت ہوئی اور بی بی کا حال یہ کہ ظاہر میں تو جو کچھ میاں کہتے تھے انکی خوشی کے واسطے سب کچھ کر رہی تھیں۔ مگر اندر جو کچھ دل کی حالت تھی وہ خدا ہی کو معلوم تھی غرض میاں تو فارغ ہو کر سو رہے اور بی بی کو کیا نیند آئی ہوگی۔ صبح کے وقت جب حضرت ابو طلحہ نماز پڑھکر تشریف لائے تو بی بی نے پوچھا کہ بھلا ایک بات تو بتلاؤ اگر کوئی شخص کسی کے

۴

پاس کوئی امانت رکھدے تو جب وہ اپنی امانت مانگے تو ہنسی خوشی دینا چاہیے یا ناک منہ چڑھانا
چاہیے انھوں نے فرمایا کہ نہیں ہنسی خوشی دینا چاہیے کہا تو اللہ تعالےٰ نے اپنی امانت لے لی
اب تم صبر کرو میاں ناراض بھی ہوئے کہ رات تم نے خبر نہ کی انھوں نے جواب دیا کہ
رات کہدینے سے کیا نفع ہوتا فضول تم پریشان ہوتے۔ مجھے اس پر یہ قصہ یاد آیا کہ انھوں
نے موت کا نام آرام رکھا۔ خلاصہ یہ کہ بدن کی بیماریوں سے نقصان زیادہ سے زیادہ
موت ہے اور موت سے چونکہ تمام تکلیفیں ختم ہوجاتی ہیں اس لئے وہ کچھ بُری نہیں مگر پھر بھی
بدن کی بیماریوں کا اس قدر خیال ہوتا ہے جس کی کچھ حد نہیں مگر روح کی بیماری یعنی گناہ کرنا
یہ تو اس طرح ہلاک کردیتی ہے کہ نہ زندہ ہی رہتا ہے نہ مرتا ہی ہے یعنی دوزخ میں پہونچادیتی
ہے وہاں اگر موت ہی آجاتی تو سب قصے ختم ہوجاتے مگر وہاں بھی نہیں پھر اس بیماری کا
تو بہت خیال رکھنا چاہیے مگر حالت یہ ہے کہ صرف زکام ہوجاتا ہے تو حکیم جی کے پیچھے پیچھے
پھرتے ہیں اور روح کی سینکڑوں بیماریاں بھی ہوتی ہیں تو کچھ پرواہ نہیں ہوتی اور یوں تو
ہر گناہ سے بچنے کا خیال رکھنا چاہیے مگر جس گناہ کو ہلکا سمجھا جاوے اُس کا بہت ہی خیال رکھنا چاہیے
کسی نے بقراط سے پوچھا کہ بیماریوں میں سے کونسی بیماری زیادہ سخت ہے۔ کہا جس بیماری کو ہلکا
سمجھا جاوے وہ بہت سخت ہے اس لئے کہ جب کسی گناہ کو ہلکا اور معمولی سمجھا تو پھر اُس کا
کچھ علاج نہیں سو اس آیت میں ایک ایسے ہی گناہ کا بیان ہے جسکو لوگوں نے ہلکا سا
سمجھ رکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے میں نے اس آیت کا بیان اختیار کیا ہے اس آیت میں
دو گناہوں کا ذکر فرمایا ہے آنکھوں کے گناہ کا اور دل کے گناہ کا اور یوں تو آنکھوں
کے بہت سے گناہ ہیں لیکن ایک خاص گناہ کا ذکر ہے وہ کیا ہے بدنگاہی اسیطرح
دل کے بہت سے گناہ ہیں۔ لیکن یہاں ایک خاص گناہ کا ذکر ہے یعنی نیت بری ہونا ان
دونوں گناہوں کو لوگ گناہ تو سمجھتے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جس قدر یہ نقصان پہونچاتے
ہیں اس قدر اس کو سمجھتے نہیں دیکھئے ادنیٰ اثر یہ ہونا چاہیے کہ گناہ کرکے کم سے کم دل تو میلا
ہوجاوے مگر اس گناہ کے بعد دل بھی میلا نہیں ہوتا ان دونوں گناہوں کو لوگ بہت
معمولی سمجھتے ہیں کسی عورت کو دیکھ لیا کسی لڑکے کو گھور لیا اس کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے

مکان کو دیکھ لیا اور یہ گناہ وہ ہے کہ اس سے بوڑھے بھی بچے ہوئے نہیں بدکاری سے تو بہت لوگ بچے ہوئے ہیں کیونکہ اس کے لئے بہت کچھ تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔ اول تو جس سے ایسا فعل کرے وہ راضی ہو اور روپیہ بھی پاس ہو اور اُس شخص کو حیا اور شرم بھی نہو جب کہیں ایسا کر سکتا ہے ورنہ اس کی نوبت آ نہیں سکتی کیونکہ کوئی تو اس وجہ سے بچتا ہے کہ اگر کسی کو خبر ہو گئی تو کیا ہوگا۔ کسی کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی بیماری نہ لگ جاوے۔ کسی کے پاس روپیہ نہیں ہوتا کسیکو اپنی آبرو کا خیال ہوتا ہے۔ اور اس قسم کی بہت وجہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے آبرو دار آدمی بدکاری سے بچتے ہیں خاص کر جو دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ اس میں بہت کم پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ بخلاف آنکھوں کے گناہ کے کہ اس میں کچھ سامان کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس میں نہ تو روپیہ کی کچھ ضرورت اور نہ اس میں کچھ بدنامی ہے کیونکہ اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے کہ کیسی نیت ہے۔ کسی کو گھور لینا مولوی صاحب مولوی صاحب رہے۔ اور قاری صاحب قاری صاحب رہے۔ نہ اس گھورنے سے مولوی صاحب کے مولوی صاحب ہونے میں فرق آیا اور نہ قاری صاحب کے قاری ہونے میں کوئی دھبہ لگتا ہے اور گناہوں کی خبر تو اوروں کو بھی ہو جاتی ہے مگر اس کی خبر کسیکو نہیں ہوتی۔ گناہ کرتے ہیں اور نیکنام رہتے ہیں۔ لڑکوں کو گھورتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو بچوں سے بڑی محبت ہے۔ جب آنکھوں کے گناہ کی دوسروں کو خبر نہیں ہوتی تو دل کے گناہ پر تو کیسے خبر ہو سکتی ہے۔ اور جن بزرگوں کو خبر بھی ہو جاتی ہے کہ فلاں شخص نے بدنگاہی کا گناہ کیا یا بُری نیت کی تو وہ ایسے ظرف والے ہوتے ہیں کہ ان کا عیب کسی سے کہتے نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور وہ کسی کو بُری نگاہ سے دیکھکر آیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کا نام لیکر تو نہ کہا لیکن یہ فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔ کہ اُنکی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ تو آپ نے اس طرح فرما دیا کہ کسی کی رسوائی بھی نہ ہوئی۔ اور جو کرنیوالا تھا وہ سمجھ گیا۔ کہ مجھے فرمایا ہے جن بزرگوں کو چھپی ہوئی باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں اور اُنکو کشف ہوتا ہے اُنھوں نے لکھا ہے کہ بدنگاہی سے آنکھوں میں ایسی بے رونقی پیدا ہو جاتی ہے۔ جسکو تھوڑی سی بھی سمجھ ہوگی

۶ بزرگوں کی پردہ پوشی

بدنگاہی سے آنکھوں کی بے رونقی ہو جاتی ہے

وہ پہچان لے گا کہ اس شخص کی نگاہ پاک نہیں ہے۔ اگر دو شخص ایسے ہوں کہ عمر میں بھی برابر ہوں اور خوبصورتی میں برابر ہوں اور فرق اُن دونوں میں صرف اتنا ہو کہ ایک تو گنہگار ہو اور دوسرا دیندار ہو جب چاہے دیکھ لو دیندار کی آنکھ میں رونق اور خوبصورتی ہوگی اور گنہگار کی آنکھ میں ایک قسم کی بے رونقی ہوگی۔ لیکن جن بزرگوں کو معلوم ہو جاتا ہے وہ کسی کا نام لیکر اُس کو رسوا نہیں کرتے بلکہ عیب چھپاتے ہیں۔ اس پر مجھے شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت یاد آئی۔ شاہ صاحب مسجد میں بیٹھکر حدیث پڑھایا کرتے تھے ایک مرتبہ موافق عادت کے مسجد میں حدیث پڑھا رہے تھے۔ ایک طالب علم وقت سے دیر کرکے سبق کے لئے آئے حضرت شاہ صاحب کو کشف کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا کہ اس کو نہانے کی حاجت ہے۔ اور ابھی تک نہایا نہیں شاہ صاحب نے مسجد سے باہر ہی روک دیا اور فرمایا آج تو طبیعت سست ہے جمنا پر چلکر نہائیں گے۔ سب لنگیاں لیکر چلو سب لنگیاں لیکر چلے اور سب نہائے دھوئے اور وہاں سے آکر شاہ صاحب نے فرمایا کہ ناغہ مت کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم شرمندگی سے پانی پانی ہو گیا۔ اللہ والوں کی یہ شان ہوتی ہے۔ کیسے عمدہ طور سے اُسے غسل کرنے کا حکم کیا۔ اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہو گئی۔ کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو جو لوگ اُنکی خدمت میں آتے جاتے ہیں۔ انہیں بھی چاہیے کہ ایسے بزرگوں سے اپنے عیب کو چھپایا نہ کریں۔ اس لئے کہ عیب ظاہر نہ کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو اس خوف سے ہوتا ہے کہ یہ ہمارے عیب سُنکر ہمیں حقیر سمجھیں گے۔ سو ان حضرات میں یہ بات کہاں وہ تو اپنے نفس کے سوا اور کسیکو حقیر نہیں سمجھتے۔ اور یا عیب ظاہر کرنے میں یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں کسی کو خبر نہ کر دیں سو ان حضرات میں یہ بات بھی نہیں ہوتی۔ اُن سے صاف صاف اپنے عیب بیان کر دینے چاہئیں مگر یہ علاج کرانے کی غرض سے ظاہر کرے نہ کہ بے ضرورت کیونکہ بلا ضرورت گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ غرض یہ کہ جن کو اس قسم کے گناہوں کی خبر ہو جاتی ہے وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے۔ اور جو لوگ رسوا کرنے والے ہیں اُن کو خبر

شاہ عبدالقادر صاحب کی طالب علم کی عیب پوشی کی حکایت

نہیں ہوئی اس لئے بدنگاہی کا گناہ اکثر چھپا ہی رہتا ہے اسلئے لوگ بے دھڑک اس کو کرتے ہیں۔ پھر زنا اور دوسرے گناہوں میں جیسے چوری وغیرہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ طاقت اور قوت بھی ہو اور بدنگاہی میں اس کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے بوڑھے بھی اسمیں مبتلا ہیں۔ دیکھئے بوڑھا اگر عاشق ہو جاوے اور قابو بھی چل جاوے تو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ قوت ہی نہیں ہے مگر آنکھوں کے سینکنے میں تو اس کی بھی ضرورت نہیں خواہ قبر ہی میں پیر لٹکائے بیٹھا ہو۔ مجھسے ایک بوڑھے آدمی ملے اور وہ بہت دیندار تھے انھوں نے اپنی حالت بیان کی کہ میں لڑکوں کو بُری نظر سے دیکھا کرتا ہوں یہ بیماری میرے اندر رہے ایک اور بوڑھے تھے وہ عورتوں کو گھورا کرتے تھے۔ اور یہ مرض اول جوانی میں پیدا ہوتا ہے بلکہ سب گناہوں کی یہی حالت ہے کہ اول جوانی کے جوش میں کر بیٹھتے ہیں۔ پھر وہ مرض اور روگ لگجاتا ہے اور قبر میں جانے تک اُس میں پھنسے رہتے ہیں۔ جیسے حقہ کہ اول کسی مرض کی وجہ سے پینا شروع کیا تھا مگر پھر یہ روگ لگجاتا ہے کہ چھوٹتا ہی نہیں۔ لیکن جوان اور بوڑھے میں یہ فرق ہے کہ جوان آدمی تو علاج کرانے کے لئے اپنے عیب کسی سے کہہ بھی دیتا ہے اور بوڑھا آدمی کہتا ہوا شرماتا ہے اسی وجہ سے کسی سے کہتا نہیں۔ پس چونکہ بدنگاہی اور بُری نیت کرنا کسی پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ چھپا رہتا ہے اس وجہ سے بہت سے آدمی اس گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کو بڑا گناہ سمجھتے بھی نہیں اس وجہ سے اور بھی نہیں بچتے۔ اسیواسطے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ جانتے ہیں آنکھوں کے گناہ کو اور جسکو سینے میں چھپائے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے اس گناہ کی کسی کو خبر نہیں یہ تمہاری بے سمجھی ہے تمہارے اس گناہ کی تو ایسے کو خبر ہے جس کے خبردار ہونے سے تم پر غضب ٹوٹ پڑے گا۔ کیونکہ اس کی اللہ تعالےٰ کو خبر ہے اور انہیں تمہارے اوپر ہر طرح کی قدرت ہے تو پھر تم کو خوف کرنا چاہئے دیکھو آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن کی آنکھ میں حیا شرم ہوتی ہے اور دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جن میں حیا شرم نام کو نہیں ہوتی سو جن میں حیا شرم ہوتی ہے وہ تو اس سے گڑ جاتے ہیں کہ ہماری اس بیہودہ حرکت کی کسیکو خبر ہو جاوے گی اُنہیں تو گناہ سے بچانے کیلئے

بدنگاہی سخت گناہ ہے

(باقی آئندہ)

(۳) اسیطرح رضاعت بھی موجب حرمت ہے کیونکہ دودھ پلانیوالی عورت مثل ماں کے ہو جاتی ہے اسلئے کہ وہ اخلاط بدن کے اجتماع اور اسکی صورت قائم ہونے کا سبب ہوتی ہے پس وہ بھی فی الحقیقت ماں کے بعد ماں ہے اور دودھ پلانیوالی کی اولاد بہن بھائیوں کے بعد اسکے بہن بھائی ہیں پس اسکا مالک ہوجانا اور اسکو اپنی جورو بنا لینا اور اسکے ساتھ جماع کرنا ایسی بات ہے جس سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے۔

(۴) اسیطرح دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے کیونکہ ان میں سوکن ہونے کا حسد منجر بالعداوت ہوگا جس سے قطع رحم ہوگا اور یہ امر خدا تعالےٰ کو منظور نہیں ہے کہ اہل قرابت میں قطع رحم ہو اور علی ہذا القیاس اس قسم کی قرابت دار قریبی عورات کا آپس میں ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام ہوا چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں لا تجمع بین المرأۃ وعمتھا ولا بین المرأۃ وخالتھا ترجمہ یعنی نہ ایک عورت اور اسکی پھوپی کو جمع کرو اور نہ ایک عورت اور اسکی خالہ کو جمع کرو۔

۶۱ (۵) اسیطرح مصاہرت باعث حرمت ہے اسلئے کہ اگر لوگوں میں اس قسم کا دستور جاری ہو کہ ماں کو اپنی بیٹی کے خاوند کی طرف اور مردوں کو اپنے بیٹوں کی بیویوں کی اور اپنی بیویوں کو بیٹیوں کی طرف رغبت ہو جو کہ حلت نکاح کی صورت میں محتمل ہے۔ تو اس تعلق کے توڑنے یا اس شخص کے قتل کرنے میں حکمت جواز نکاح مرد مسلم با یہودیہ و نصرانیہ نہ بالعکس جسکی طرف خواہش پائے کوشش کیا کریں۔

مسلمان مرد کا نکاح کسی یہودن و عیسائن سے اسلئے جائز ہے کہ خدا تعالےٰ نے مرد کو غالب اور عورت کو مغلوب قرار دیا ہے تو ایسے نکاح اور ازواج سے یہ صورت ہوگی کہ توحید کے نقشہ کو بالا اور غالب اور شرک و کفر کو پست و مغلوب کر کے دکہایا گیا جسمیں یہ ایما ہے کہ توحید شرک پر غالب ہے اور واقع میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ چونکہ مرد کی تاثیر قوی ہوتی ہے اسلئے عورتیں خواہ یہودی ہوں یا عیسائن وہ اکثر مسلمان ہو جاتی ہیں مگر اسکے برعکس ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسلمہ عورت کا نکاح یہودی یا عیسائی مرد کے ساتھ کسی مجبوری کے سبب جائز ہو سکے کیونکہ یہ امر حکمت الہی کے برخلاف ہے وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا نکاح

جائز ہوتا تو یہ نقشہ یوں دکھائی دیتا کہ شرک بالا اور توحید پست ہوتی اور اس امر سے خدا کی غیرت اور اسکا قانون قدرت وحکمت اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وافضلیت مانع ہیں کیونکہ ایسے ازدواج سے افضل الرسل وخاتم الانبیاء وسید ولد آدم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو پست ومغلوب دکھانا پڑتا سو یہ امر خدا کو منظور نہیں ہے ؎

یار احمد شو کہ تا غالب شوی ❊ یار مغلوباں مشو تو اے غوی

باب الطلاق

حکمت جواز طلاق زن

واضح ہو کہ طلاق عربی لفظ ہے جسکے معنی اردو زبان میں کھولنے اور چھوڑ دینے کے ہیں اور اصطلاح شریعت اسلام میں مرد کا اپنی عورت کو اپنے نکاح سے خارج کر دینا ہے جسکا مطلب تفصیل ذیل سے بخوبی معلوم ہوگا۔

واضح ہو کہ مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جسمیں مرد کی طرف سے اسلام اور مہر اور تعہد نان ونفقہ وحسن معاشرت شرط ہے اور عورت کیطرف سے عفت اور پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری کے عہود شرائط ضروریہ ہیں اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدہ شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابل فسخ ہو جاتے ہیں ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مرد کیطرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں جیسا کہ وہ خود بخود نکاح کرنے کی مجاز نہیں۔ بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے جیسا کہ ولی کے ذریعہ سے نکاح کرا سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اسکی فطرتی شتابکاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے ایسا ہی عورت کیطرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے سو یہ قانون فطرتی قانون سے جو عنقریب مذکور

ہوتا ہے مناسبت اور مطابقت رکھتا ہے گویا کہ اس فطری قانون کی عکسی تصویر ہے کیونکہ
فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت
ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم
کر رہا ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے سو جب ہم سوچیں کہ نکاح
کیا چیز ہے تو بجز اسکے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط
کے نیچے دو انسانوں کا زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت
کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے اور اسی محرومی کا نام دوسرے
لفظوں میں طلاق ہے پس جس مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر پہنچا
یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک عورت کسیکی منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ
کو کسی اپنی بدچلنی سے توڑ دے تو وہ اس عضو کی طرح ہے جو گندہ ہو گیا اور سڑ گیا یا اس دانت
کی طرح ہے جسکو کیڑے نے کھا لیا اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا
اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو حقیقت ۶۳
میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اسکو اکھاڑ دیا جاوے اور کاٹ دیا جاوے۔ اور
پھینک دیا جاوے یہ سب کارروائی قانون قدرت کے موافق ہے۔ عورت کا مرد سے
ایسا تعلق نہیں ہے جیسے اپنے ہاتھ اور پاؤں کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کسی
آفت میں مبتلا ہو جاوے کہ اطبا اور ڈاکٹروں کی رائے اسپر اتفاق کرے کہ زندگی اسکے
کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں سے کوئی ہے کہ ایک جان کے بچانے کے لئے اسکے
کاٹ دینے پر راضی نہو پس ایسا ہی اگر کسیکی منکوحہ اپنی بدچلنی اور کسی شرارت سے اسپر
وبال لاوے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا ہے اور سڑ گیا ہے اور اب وہ اسکا عضو نہیں
ہے اسکو کاٹ دے اور گھر سے باہر پھینکدے ایسا نہ ہو کہ اسکا زہر اسکے سارے
بدن میں پہنچ جاوے اور تجھے ہلاک کر دے پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو
کوئی پرند یا درند کھا لے تو اسکو اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اسوقت سے تیرا جسم نہیں
رہا جبکہ اسنے اسکو کاٹ کر پھینکدیا۔

وہ ہدایتیں جنکی پابندی کے بعد ہر ایک شخص طلاق دینے کا مجاز ہو سکتا ہے

قال اللہ تعالےٰ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً ان اللہ کان علیا کبیرا ہ فان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا
ترجمہ۔ یعنی جن عورتوں کی طرف سے ناموافقت کے آثار ظاہر ہو جائیں پس تم ان کو نصیحت کرو اور خوابگاہوں میں ان سے جدا ہو اور ان کو مارو یعنی جیسی جیسی صورت اور مصلحت پیش آوے پس اگر وہ تمہاری تابعدار ہو جائیں تو تم بھی انکے طلاق یا سزا دینے کی راہ مت نکالو۔ بیشک خدا تعالےٰ صاحب علو صاحب کبریا ہے۔ اور پھر اگر میاں بیوی کی مخالفت کا اندیشہ ہو تو ایک منصف خاوند کیطرف سے مقرر کرو اور ایک منصف بیوی کی طرف سے مقرر کرو۔ اگر منصف صلح کرانے کے لئے کوشش کرینگے تو خدا تعالےٰ انمیں باہمی موافقت دیدیگا بیشک اللہ تعالےٰ علم والا خبر والا ہے۔

عورت کے لئے تقرر عدت کی وجہ

عدت کی بڑی وجہ رحم کے احوال کا معلوم کرنا ہے چنانچہ جس عورت کو قبل ازجماع حقیقی یا حکمی طلاق ملے اس کے لئے کوئی عدت مقرر نہیں ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے

یا ایھا الذین امنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا فمتعوھن وسرحوھن سراحا جمیلا۔ ترجمہ۔ یعنی اے ایماندارو جب تم مؤمنہ عورتوں سے نکاح کر لو پھر ان کو مس کرنے سے پہلے طلاق دیدو تو تمہارے لئے ایسی عورتوں پر کوئی عدت نہیں ہے جسکی گنتی پوری کرواؤ پس ان کو کچھہ مال دیکر اچھی طرح سے رخصت کرو۔

عورت کو خاوند کا سوگ چار ماہ دس دن رکھنے کی وجہ

اس حکمت کی شرح تفصیل کے ساتھ فرق عدت موت و عدت طلاق کے بیان
میں عنقریب آئیگی اور بقدر ضرورت یہاں بھی کسیقدر لکھی جاتی ہے اعلموا ان الاحداد
علی الزوج تابع للعدة وهو من مقتضیاتها ومکملاتها فان المرأة انما تحتاج الی التزین
والتجمل والتعطر لتحبب الی زوجها ویحسن ما بینهما من العشرة فاذا فات الزوج
وعدت منه وهی لم تقبل الی زوج اخر فاقتضی تمام حق الاول وتاکید المنع من
الثانی قبل بلوغ الکتاب اجله ان تمنع مما تصنعه النساء لازواجهن مع ما فی ذلك من
سد الذریعة الی طمعها فی الرجال وطمعهم فیها بالزینة والخضاب والتطیب فاذا
بلغ الکتاب اجله صارت محتاجة الی ما یرغب فی نکاحها فابیح لها من ذلك ما یباح
لذات الزوج فلا شئ ابلغ فی الحسن من هذا المنع والاباحة ولو اقترحت عقول
العالمین لم تقترح شیئا احسن منه - ترجمہ - واضح ہو کہ خاوند کا سوگ تابع عدت کے
ہے اور یہ سوگ عدت کے مقتضاؤں اور اسکے مکملات میں سے ہے کیونکہ عورت کو اپنے
خاوند کی زندگی میں اپنی زینت وتجمل وتعطر کی ضرورت پڑتی ہے کہ اپنے خاوند کی محبوب
ومرغوب رہے اور ان دونوں میں حسن معاشرت ہو پس جب خاوند مرجاوے تو وہ اس کی
عدت میں رہے اور دوسرے شوہر کے پاس نہیں پہنچے - پس پہلے خاوند کا اتمام حقوق اور
دوسرے شوہر کا میعاد عدت کامل ہونے سے پہلے پہلے نکاح سے روکنا یہ اسکو مقتضی ہے
کہ عورت کو ان امور سے منع کیا جاوے جو عورتیں اپنے خاوندوں کے لئے کیا کرتی ہیں
نیز اس میں اس بات کا مسدود کرنا ہے کہ عورت کو مردوں کی طمع ہو اور اسکی زینت و
خضاب وعطر کے ملاحظہ سے اسکی طرف مردوں کی چشم طمع دراز ہو پس جب عدت ختم ہوجاوے
تو وہ ان امور کی محتاج ہوئی جو محرک ومرغب فی النکاح ہیں پس اس عورت کو وہ امور
مباح ہوئے جو خاوند والی عورت کے لئے مباح ہوا کرتے ہیں پس یہ ممانعت اور
اباحت نہایت حسن ومناسبت پر واقع ہوئی ہے تمام عالم کی عقلیں بھی اس سے بہتر

65

تجویز نہیں کرسکتیں۔

عدّت طلاق ایک حیض سے زیادہ ہونیکی وجہ

سوال جبکہ رحم کے خالی یا حامل ہونیکا علم ایک ہی حیض سے معلوم ہوسکتا تھا۔ تو پھر طویل عدت کے مقرر ہونے کی کیا وجہ۔

جواب اسکی وجہ ان مصالح الٰہی سے معلوم ہوسکتی ہے جنکے لئے یہ مشروع کیگئی ہے عدت کے مشروع ہونے میں چند مصلحتیں ہیں جسکی تفصیل ذیل میں ہے۔

(۱) رحم کے خالی ہونے کا علم حاصل کرنا تاکہ دو شخصوں کا نطفہ ملجانے سے اختلاط نسبت ہوکر باعث فساد نہو۔ عدم تقرر عدت کی وجہ سے ایسے فساد اور بگاڑ ہوتے جنکو شریعت و حکمت الٰہی مانع ہے۔

(۲) تقرر عدت کی وجہ عقد نکاح کی بزرگی و رفع قدر و اظہار شرافت ہے۔

(۳) طلاق دینے والے کے لئے لمبا زمانہ مقرر کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ مرد طلاق دینے سے نادم ہوکر عورت کی طرف رجوع کرسکے۔

(۴) تقرر عدت کی وجہ خاوند کے حق کا ادا کرنا اور خاوند کے فوت ہوجانے سے تاثر کا اظہار ہے اور یہ امر زینت اور آراستگی کے ترک کرنے سے ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ عدت محض برائت رحم کا علم حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ یہ امر بھی عدت کے بعض مصالح و حکمتوں میں سے ہے باقی اور مصالح بھی ہیں جو ایک حیض کی حالت میں حاصل نہیں ہوسکتیں۔

اقسام عدّت

(۱) حاملہ کی وضع حمل تک (۲) عدت بیوہ بمرگ شوہر چار ماہ دس دن (۳) عدت مطلقہ تین طہر (۴) عدت آئسہ یا صغیرہ یعنی جسکو زیادہ عمر کے سبب یا کم عمری کے سبب حیض نہ آتا ہو تین ماہ ہے۔

عدت بیوہ کی دوسری عدتوں سے مختلف ہونے کی وجہ

عدت بیوہ کی چار ماہ اور دس دن مقرر ہے خواہ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو پس ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ عدت کا حکم محض اطاعت کے لئے ہے اسمیں عقل کو دخل نہیں ہے مگر یہ بات اس وجہ سے باطل ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ عبادت محضہ ہوتی حالانکہ عدت محض عبادت نہیں ہے کیونکہ عدت چھوٹی اور بڑی اور عاقلہ اور دیوانہ اور مسلمہ و ذمیہ سب کے حق میں لازمی ہے اور یہ سب مکلف نہیں ہیں نیز اسمیں نیت کی ضرورت نہیں اور عبادت میں نیت ضروری ہے پس لامحالہ اسمیں مصالح ضرور ہیں اور اسکے ساتھ ہی جب اسمیں اطاعت الہیہ کا قصد ہو بشرط ایمان معنے عبادت سے بھی خالی نہیں سو بعض مصالح تو نفس عدت میں ہیں جنکا حاصل رعایت حقوق زوج اول و اولاد و رعایت حق شوہر ثانی تفصیل عنقریب آتی ہے۔ پس پہلے خاوند کی رعایت تو اسمیں ایک یہ ہے دونوں میں جو تعلق نکاح کا تھا اوسکا احترام اور وقعت باقی رہے اور دوسری رعایت یہ ہے کہ اسمیں دوامی حقوق اور معاہدہ مصاحبت کی کسیقدر وفاداری کا اظہار ہے اور تیسری یہ ہے کہ اس سے ظاہر ہوسکے اور نسب میں بھی اشتباہ نہیں ہوتا اور حق خاوند کی حرمت و عزت کا اسکی وفات کے بعد قابل لحاظ ہونا اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کے حقوق کی وجہ سے آپ کی وفات کے بعد آپکی عورتوں سے اور لوگوں پر مدام کے لئے نکاح کرنا حرام ہوگیا علاوہ آپکی حرمت کے اسمیں یہ بھی حکمت ہے کہ آپکی دنیاوالی عورتیں آخرت میں بھی آپ کی ازواج مطہرات ہونگی اسلئے بھی آپکے بعد کسیکو انسے نکاح کرنا حلال نہیں ٹھہرا۔

مگر یہ امر دوسروں کے لئے نہیں ہے کیونکہ نہ اسقدر کسی شوہر کا احترام ہے اور نہ یہ حق انکے حق میں معلوم ہے پس اگر اس حالت میں خاوند کے مرنے سے عورت کو دوسرا نکاح کرنا حرام ہوتا تو اسکو سخت ضرر لاحق ہوتا بہرحال نکاح ثانی تو حلال ہوا مگر کچھ احکام حافظ احترام شوہر مشروع ہونا چاہیئے اور زمانہ جاہلیت میں اس احترام

67

حق شوہر اور عورت عقد نکاح میں بہت مبالغہ کرتے تھے سال بھر تک عورت دوسرا نکاح نہ کرتی اور نہ گھر سے باہر نکلنے کی مجاز ہوتی تھی اور اس میں بہی حرج تھا اسلیئے خداتعالیٰ نے اس مبالغہ کو اپنی شریعت حقہ کے ذریعہ سے جو کہ محض نعمت و رحمت و مصلحت وحکمت پر مبنی ہے تخفیف کردیا اور بجائے اسکے چار مہینے اور دس دن کی عدت مقرر کی۔ جو سراسر حکمت ومصلحت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس مدت میں رحم میں بچہ کا ہونا یا نہونا معلوم ہوسکتا ہے کیونکہ چالیس دن تک رحم میں نطفہ ہوتا ہے پھر چالیس دن تک ہو (خون) کی پھٹکی ہوتی ہے پھر اسکے بعد چالیس دن میں بچہ تیار ہوتا ہے اور یہ پورے چار مہینے ہوتے ہیں پھر اس مدت کے بعد جو تھے طور میں رُوح پھُونکی جاتی ہے جسکا اندازہ دس دن ہے تاکہ اگر حمل ہو تو حرکت سے ظاہر ہوسکے۔ اور یہ مصلحت عدت کی اس مدت خاص کی ہے۔

الغرض شارع نے بیوہ کی عدت چار مہینے اور دس دن اسلیئے مقرر کی ہے کہ چار مہینے کے تین چلّے ہوتے ہیں اور اس مدت کے اندر جنین میں جان پڑتی ہے اور حرکت کرنے لگتا ہے اور دس روز اسپر اور زیادہ کیئے گئے تاکہ وہ حرکت پورے طور پر ظاہر ہوجاوے اور نیز یہ مدت حمل معتاد کی نصف ہے جسمیں حمل پورے طور پر ایسا ظاہر ہوجاتا ہے۔ کہ ہر شخص دیکھکر جان سکتا ہے اور مطلقہ کی عدت میں بچہ کے محسوس ہونے کا لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ اسکی عدت حیض سے مقرر کی گئی اور اس بیوہ کی چار مہینے دس دن سے مقرر کیگئی وجہ فرق یہ ہے کہ مطلقہ میں توحقدار یعنی خاوند زندہ ہوتا ہے جو نسب کی مصلحت اور قرائن کو جانتا ہے پس ممکن ہے کہ عورت کو اس چیز کے ساتھ عدت شمار کرنے کا حکم دیا جاوے جسکا علم اسکے ساتھ خاص ہے اور خاوند اسکو امین سمجھے اور بیوہ کے واقعہ میں خاوند موجود نہیں ہوتا اور دوسرا شخص اسکا باطنی حال اور قریب ایسا معلوم نہیں کرسکتا جسطرح خاوند پہچان سکتا تھا پس ضروری ہوا کہ اسکی عدت ایسی مقرر کیجاوے جسکے معلوم کرنے میں قریب وبعید سب برابر ہوں اور وہ بچہ کے محسوس ہونے کی مدت ہے اور اس فرق سے عدت مطلقہ میں یہ شبہ نکیا جاوے کہ جب وہاں حمل کا ظاہر و بین طور پر معلوم کرنا نہیں ہے

(باقی آئندہ)

بعد ازان گفت از برائے جان تان	جملہ در میدان نخسپند اشبان
پاسخش دادند کہ خدمت کنیم	گر تو خواہی یک مہ اینجا سا کنیم

۵۷

اَب مولانا اپنے بیان بالا کی واقعہ سے تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو فرعون کی کوشش کے ساتھ توفیق الٰہی شامل حال نہ تھی لہذا اوسکا سینا حقیقت میں پھاڑنا تھا یعنی اوسکی سعی مثل عدم سعی کے تھی تفصیل اسکی یہ ہے کہ اوسکی گورنمنٹ میں بہت سے منجم اور ہزارون تعبیر دینے والے اور بکثرت ساحر تھے جبکہ موسئے علیہ السلام کی تشریف آوری کو حق سُبحانہ نے خواب میں فرعون کو اس صورت سے دکہلایا کہ وہ فرعون اور اوسکے ملک کو تباہ و برباد کرتے ہین تو اوسنے تعبیر دینے والوں اور منجموں سے مشورہ کیا کہ اس منحوس خواب وخیال کا توڑ کیونکر ہوسکتا ہے اور ایسی کونسی تدبیر ہوسکتی ہے جسکے سبب ہم اوسکے ضرر سے بچ جائیں اون سب نے کہا کہ حضور مطمئن رہیں ہم تدبیر کرلینگے اور ہم ڈاکوؤنکی طرح اوسکے پیدا ہونے ہی میں مزاحم ہوجائینگے۔ اوسوقت تو قصہ رفت وگذشت ہوا لیکن جسوقت وہ رات آنے کو ہوئی جسمیں حضرت موسئے علیہ السلام شکم مادر میں تشریف لانے والے تھے اوسوقت اونکی یہ رائے ہوئی کہ آج صبح ہی سے بزم شاہی اور تخت فرعونی میدان میں منتقل ہوجاوے اوسکے بعد یہ حکم دیا کہ چاروں طرف شہر میں صاف طور پر یہ منادی کرادیجاوے کہ اے بنی اسرائیل تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت تم کو یہاں سے اپنے پاس بلاتے ہیں اور غرض یہ ہے کہ تم کو بلا نقاب اپنا چہرہ دکھلائیں اور تم پر احسان کریں۔ اس حکم اور اعلان کو بہ نسبت اور صورتوں کے زیادہ مؤثر خیال کیا گیا کیونکہ اون قیدیوں (بنی اسرائیل) کو قرب شاہی حاصل تھا ہی نہیں حتیٰ کہ اونکو فرعون کے دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی اونکی یہ حالت تھی کہ اگر راستہ میں کہیں اسکے سامنے پڑجاتے تھے تو بنا بر قانون سلطنت کبھی کبھی

مُنہ کے بل گر پڑتے تھے اسلیئے کہ قانون یہ تھا کہ کوئی اسرائیل کسی وقت اور کسی حالت میں
بادشاہ کی صورت نہ دیکھے اور جب نقیبوں کی آواز اوسکے کانوں میں آئے تو دیوار کی
طرف مُنہ کرے یا زمین پر اوندھے مُنہ گر جائے تاکہ بادشاہ کا چہرہ نہ دیکھ سکے اگر کوئی
بادشاہ کا چہرہ دیکھے گا تو مجرم قرار پائیگا اور سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا اسلیئے
اونکو دیدار کی بے انتہا خواہش تھی جس سے کہ قانوناً اونکو روکا گیا تھا اسلیئے کہ قاعدہ ہے
کہ جس سے آدمی کو روکا جاتا ہے اوسکی اوسکو زیادہ رغبت ہوتی ہے غرض جب یہ امر طے
پا گیا اور حکم بھی نافذ ہوگیا تو منادی کرنے والا محلوں میں گھومنے لگا اور خوشی خوشی گلی کوچوں
میں یہ اعلان کرنے لگا کہ اے بنی اسرائیل میدان میں چلو کہ آج امید ہے کہ بادشاہ کا
دیدار بھی تم کو نصیب ہوگا اور اوسکی طرف سے تم کو بہت کچھ انعام واکرام بھی ملیگا جب
بنی اسرائیل نے یہ خوشخبری سنی تو شربت دیدار کے پیاسے اور مشتاق تو تھے ہی یہ خبر سنکر
بہت خوش ہوئے اور فوراً میدان کا راستہ لیا یہ لوگ اوسکی چال میں آ گئے۔ اور
حسب حیثیت اپنے اپنے کو دیدار کیلیئے موزون بنا کر چل کھڑے ہوئے تاکہ وہاں جاکر ۵۸
اپنے مطلوب کو دیکھیں۔ دیکھیں تو سہی اوسکے دیدار مین کیا خاص بات ہے جسکے سبب
ابتک ہم کو اوس سے روکا گیا تھا وہ یہ خیال کر رہے تھے مگر اصل مقصد کی اونکو بالکل
خبر نہ تھی اور طمع دیدار میں سب کے سب باہر چلے جا رہے تھے یہ واقعہ بالکل ایسا ہی ہے
جیسا کہ چالباز مغل نے کہا کہ مجھے ایک مصری شخص کی ضرورت ہے تم سب مصریوں کو جمع
کرو تاکہ جسکی مجھے ضرورت ہے وہ میرے ہاتھ لگ جائے اعلان کیا گیا کہ سب مصری
جمع ہو جائیں فلاں ضرورت ہے اسیر جہاں کوئی مصری تھا کھنچا چلا آیا اور سب ایک جگہ
جمع ہو گئے اسکے بعد اونکو ایک ایک کرکے امیر کے سامنے پیش کیا جب کوئی شخص پیش
ہوتا تو کہدیتا یہ نہیں ہے یہ کہکر اوس سے کہتا کہ آپ فلاں گوشہ میں ایک طرف کو بیٹھ جائیں
اسی طرح سے سب ایک مکان میں جمع ہو گئے اور جب دیکھا کہ کوئی باقی نہیں رہا تو حکم دیدیا
کہ سب کو قتل کر دو اس تدبیر سے سب کی گردن مار دیگئی اور اونکو احساس بھی نہ ہوا تھا
کہ ہم کو بلانے سے اصل غرض کیا ہے اب سُنو کہ یہ تباہی ان پر کیوں آئی بات یہ ہے

کہ یہ نحوست تھی اسکی کہ وہ اذان سُنکر اوسکی طرف نہ چلتے تھے اور حق سبحانہ کی منادی کی بات نہ مانتے تھے پس حق سبحانہ نے اُنکو یہ سزا دی کہ ایک مکار کی منادی پر وہ کھنچے چلے آئے اور ہلاک ہو گئے پس اس واقعہ سے تم کو سبق لینا چاہیئے اور شیطان کے مکر سے بہت بچنا چاہیئے کیونکہ اوسکا انجام ہلاکت ہے اور فقیروں اور محتاجوں کی ندا کو سُننا چاہیئے مبادا کسی حیلہ گر کی آواز تمہارا کان پکڑے اور تم اوسکی اطاعت پر مجبور ہو کر ہلاک ہو جاؤ یہ مانا کہ بھکاری لوگ بہت طامع ہوتے ہیں اور اونکی خصلت بہت بُری ہوتی ہے لیکن اُنہیں بہت کہانے والے حریفو نہیں تم کو کسی صاحبدل کا جویاں رہنا چاہیئے اسلئے کہ دیکھو کہ دریا کی تہ میں موتی اور پتھر ملے ہوتے ہین اور بری باتوں میں اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں پس تم کو سبکو ایک لکڑی نہ ہانکنا چاہیئے بلکہ سب کو لے لینا چاہیئے اور پھر اچھونکو الگ اور برونکو الگ کر دینا چاہیئے بھیک مانگنے والون میں اہل اللہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ضرورت سلوک اور کبھی ضرورت طبعی باجازت شرعی اونکو اسکے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن ہر بھیک مانگنے والے کا معتقد بھی نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ مولانا نے خود فرما دیا ہے کہ سب اچھے نہیں ہوتے بلکہ اکثر بُرے ہوتے ہیں اور بہت کم اچھے ہوتے ہیں مگر ہوتے ضرور ہیں) غرضکہ بنی اسرائیل ہر طرف سے اُبل پڑے اور صبح ہی سے میدان کی طرف روانہ ہو گئے جب فرعون نے ان کو اس تدبیر سے میدان میں کھینچ لیا تو بہت خوش ہو کر اپنا مُنہ دکھلایا اور بہت خاطر کی اور بہت کچھ داد و دہش کی اور بہت کچھ وعدے بھی کئے کہ ہم تم کو یہ رعاتیں دینگے اور بڑے بڑے عہدے دینگے وغیرہ وغیرہ اوسکے بعد کہا کہ اسوقت آپ صاحبان کی مصلحت اسی میں ہے کہ آپ لوگ آج رات کو یہیں آرام کریں اور صبح کو اپنے اپنے مکان تشریف لیجاویں اونہوں نے جواب دیا کہ ہم نہایت خوشی سے تعمیل حکم کیلئے حاضر ہیں یہ تو ایک رات ہے اگر حضور کی خوشی ہو تو ہم ایک مہینہ تک یہیں رہ سکتے ہیں۔

شرح شبیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی آمد کا خواب دیکھنا اور اوسکا تدارک کرنا

جہد فرعونی چو بے توفیق بود   ہر چہ او میدوخت آن تفتیق بود

یعنی فرعون کی کوشش چونکہ بے توفیق حق کے تھی سو جو وہ سی رہا تھا وہ پھاڑ تھا یعنی جو تدبیر کرتا تھا اوسکا اثر اولٹا ہی ہوتا تھا۔

از منجم بود در حکمش ہزار   وز معبر نیز و ساحر بے شمار

یعنی اوسکے حکم میں نجومیوں میں سے بھی ہزاروں تھے اور معبرین اور ساحرین میں سے بھی بے شمار تھے۔

مقدم موسے نمودندش بخواب   کہ کند فرعون و ملکش را خراب

یعنی قضا و قدر نے موسے علیہ السلام کی آمد اوسکو خواب میں دکھائی (اور یہ دکھایا) کہ وہ فرعون اور اوسکے ملک کو خراب کردینگے۔

با معبر گفت و با اہل نجوم   چون بود دفع خیال و خواب شوم

یعنی اوسنے اس خواب کو معبرین اور نجومیوں سے کہا (اور یہ بھی کہا) کہ اس منحوس خواب و خیال کا دفعیہ کسطرح ہوگا۔

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم راہ زادن را چو رہزن می زنیم

یعنی اون سب نے کہا کہ ہم ایک تدبیر کرتے ہیں اور پیدا ہونے کی راہ کو رہزنوں کی طرح مارتے ہیں یعنی ہم پیدائش ہی کو بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کرینگے کہ اول سے نطفہ ہی نہ پڑے

تا رسیدن آن شب کہ مولد بو آن رائے این دیدند آن فرعونیان

یعنی یہانتک کہ وہ رات آگئی جو کہ وقت علوق تھا تو اون فرعونیوں کی یہ رائے ہوئی کہ۔

کہ برون آرند آن روز از پگاہ سوئے میدان بزم و تخت بادشاہ

یعنی آج صبح ہی سے بزم اور تخت شاہی کو باہر میدان میں لاویں مطلب یہ کہ آج جلوس باہر جنگل میں ہو۔

پس بفرمودند در شہر آشکار کہ مناد یہا کنند از شہریار

یعنی پھر اون لوگون نے شہر میں صاف طرح کہدیا کہ بادشاہ کی طرف سے یہ منادی کردو کہ۔

الصلا اے جملہ اسرائیلیان شاہ میخواند شمارا زان مکان

یعنی اے جماعت اسرائیلیو بخشش ہے اور تم کو بادشاہ اوس مکان سے (جسمیں تم رہتے ہو) بلاتا ہے یعنی منادی کرادی کہ اے قوم اسرائیل آج تم کو بادشاہ بلاتا ہے اور انعام بھی دیگا اور یہ ارادہ ہے کہ۔

تا شمارا رو نماید بے نقاب بر شما احسان کند بہر ثواب

یعنی تاکہ تم کو بے حجاب ہو کر منہ دکہادے اور تم پر ثواب کیلئے احسان کرے اور یہ منادی اسلئے تھی کہ۔

کان اسیران بجز دورے نبود دیدن فرعون دستورے نبود

یعنی اون رغبت والونکو بجز دوری کے کچھہ نہ تہا اور فرعون کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی بلکہ یہ حالت تھی کہ۔

گر فتادندے براہ در پیش او بہر آن یا سر نخفتندے برو

یعنی اگر کہیں راہ میں اوسکے سامنے پڑجاتے تو اوس قاعدہ کیوجہ سے اوندہے منہ لیٹ جاتے۔

یاسہ آن بُد کہ نہ بیند ہیچ اسیر درگہ وبیگہ لقائے آن امیر

یعنی قاعدہ یہ تھا کہ کوئی رعیت والا وقت بیوقت میں اوس بادشاہ کی لقا کو نہ دیکھے۔ مطلب یہ کہ تکبر اور غرور کی یہ حد تھی کہ کسیکو چہرے کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی نعوذ باللہ منہ سچ یہ ہی کہ وہ خبیث چہرہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھے اور یہ حکم تھا کہ۔ ۶۲

بانگ چاؤشان چو در رہ بشنود تا نہ بیند رو بدیوارے کند

یعنی کہ جب نقیبوں کی آواز کوئی راہ میں سنے تو ہرگز منہ نہ دیکھے بلکہ اپنا منہ دیوا کیطرف کرلے

ور بہ بیند روئے او مجرم شود انچہ بدتر بر سر او آن رود

یعنی اور اگر کوئی دیکھہ لے تو وہ مجرم ہوتا تھا اور جو بدتر سزا ہوتی تھی اوسپر جاری ہوتی تھی۔

بود شان حرص لقائے ممتنع کہ حریص است آدمی فیما منع

یعنی اونکو اس منع کی ہوئی ملاقات کی حرص تھی اسلئے کہ انسان جس چیز سے منع کیا جاتا ہے اوسکا حریص ہوتا ہے تو چونکہ اون لوگوں کو منہ دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ لہذا آج اوسکے دیکھنے کے سب مشتاق ہوگئے۔

فرعون کا بنی اسرائیل کو ولادت موسوی کے روکنے کے لئے میدان میں حیلہ سے بُلانا

شد منادی در محلتہا روان بانگ میزد کو بکو شادی کنان

یعنی منادی تمام محلوں میں خوشی کرتا ہوا اور آواز لگاتا ہوا پھر گیا اور وہ یہ کہتا تھا کہ۔

کاے اسیران سوئے میدان کہ وید کز شہنشاہ دیدن جود ست امید

یعنی اے رعیت والو میدان کیطرف جاؤ اسلئے کہ بادشاہ سے دیدار اور عطا دونوں کی امید ہے۔

چون شنید آن مژدہ اسرائیلیان تشنگان بودند وبس مشتاق آن

یعنی جب اسرائیلیوں نے یہ مژدہ سُنا تو وہ اوسکے بہت ہی پیاسے اور مشتاق تھے۔

زین خبر گشتند جملہ شادمان راہ میدان بر گرفتند آن زمان

یعنی اس خبر سے سب خوش ہوگئے اور اسیوقت میدان کی راہ سب نے اختیار کی۔

حیلہ را خوردند آن سوتافتند خویشتن را بہر جلوہ ساختند

یعنی دھوکہ کھاگئے اور اوسطرف دوڑے اور اپنے کو جلوہ کیواسطے انھون نے تیار کیا۔

تا رود آنجا بہ بیند یار او تا چہ خاصیت دہد دیدار او

یعنی تاکہ جاکر وہ اپنے یار کو دیکھیں کہ اوسکا دیدار کیا خاصیت دیتا ہے اس شوق میں سب چل دئے۔

٦٣

از غرض غافل بُدند و بے خبر وز طمع رفتند بیرون سر بسر

یعنی وہ غرض سے تو غافل اور بیخبر تھے اور طمع کی وجہ سے وہ باہر کیطرف سر بسر چلے گئے آگے ایک حکایت اس دہوکہ دہی سے بلاکر جمع کرلینے کی بیان کرتے ہیں۔

ایک حکایت تمثیل میں

ہمچنان کانجا مغول حیلہ دان گفت میجویم کسے از مصریان

یعنی اسیطرح یہان (یعنی ہمارے ملک میں) ایک مغل حیلہ داں نے کہا کہ مجھے مصریوں میں سے ایک شخص کی ضرورت ہے۔

۶۴

مصریان را جمع آرید این طرف تا در آید آنکہ میجویم بہ کف

یعنی (ملازمون سے کہا کہ) مصریون کو اس طرف جمع کرو تا کہ جسکی مجھے تلاش ہے وہ ہاتھ لگ جاوے۔

ہر کجا بُد مصرے جمع آمدند در بر آن میر یک یک می شدند

یعنی جہاں کہیں کوئی مصری تھا وہ سب جمع ہوگئے اور اس امیر کے پاس آگئے۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست این ہیں درخواجہ دران گوشہ نشین

یعنی جو کوئی آتا وہ مغل کہتا یہ نہیں ہے ہاں ذرا تم اوس گوشہ میں بیٹھ جاؤ۔ ایک خاص جگہ سب کو بتادی تاکہ سبکو قبضہ میں کرلے۔

(باقی آئندہ)

ممن یستحقرون

الحدیث احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل اخرجاه من حدیث عائشۃ رض ف وھذا مما لا یختلف فیه اثنان من اھل الطریق۔

الحدیث حدیث عائشۃ من عبد اللہ عبادۃ ثم ترکها ملالۃ مقتہ اللہ ورواہ ابن السنی فی ریاضۃ المتعبدین موقوفا علی عائشۃ رض ف المقت له درجات ادناہ الحرمان من المحبۃ الخاصۃ وان ارید به المتبادر یحمل علی الافضاء الیه فی الاکثر وصرح به اھل البصیرۃ و التجربۃ من اھل الطریق ان الاعراض له بدایۃ وھو الترک ونهایۃ وھو مقت العبد للہ تعالی الموجب لمقت اللہ تعالی له نعوذ باللہ من الحور

جو حقیر سمجھے جاتے ہیں۔

حدیث سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالے کو وہ عمل ہے جو دائم ہو گو قلیل ہی ہو اس کو بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ رض کی حدیث سے روایت کیا ہے ف اور یہ وہ مسئلہ ہے جس میں اہل طریق میں سے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہیں

حدیث حضرت عائشہ رض کی حدیث کہ جو شخص کوئی عبادت شروع کرے پھر اسکو اکتا کر چھوڑ دے اللہ تعالی اس کو مبغوض رکھتا ہے اور ابن السنی نے اس کو ریاض المتعبدین میں حضرت عائشہ رض پر موقوفا روایت کیا ہے ف مبغوضیت کے درجات ہیں ادنی درجہ محبت خاصہ سے محروم ہو جانا ہے اور اگر معنے متبادر ہی مراد لیے جاویں (یعنی نفرت و عداوت) تو اسپر محمول کیا جاویگا کہ اس (درجہ متبادرہ) کی طرف اکثر مفضی ہو جاتا ہے اور اہل طریق میں اہل بصیرت و اہل تجربہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اعراض کی ایک ابتدا ہے اور وہ ترک ہے اور ایک انتہا ہے اور وہ بندہ کا بغض کرنا ہے اللہ تعالی کے ساتھ جو موجب ہو جاتا ہے اللہ تعالی کے بغض کو بندہ کے ساتھ خدا تعالے اپنی پناہ میں رکھے تنزل سے

بعد الکور فلا یرد
لزوم وجوب المستحب
والملالۃ
احتراز
عن العذر

بعد ترقی کے پس (اس تقریر کے بعد) یہ اعتراض واقع نہیں ہوتا کہ اس سے مستحب کا واجب ہونا لازم آتا ہے اور ملالت کی جو قید لگائی یہ احتراز ہے عذر سے (کیونکہ عذر سے ترک کرنا اسکے لئے بلکہ نقص اجر کے لئے بھی موجب نہیں)۔

کتاب الزکوٰۃ

الحدیث طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ الطبرانی والبیھقی فی شعب الایمان من حدیث ابن مسعود بسند ضعیف **ف** فیہ ان الاشتغال بالمعاد لا یمنع الاشتغال بالمعاش الضروری کما یزعمہ الغلاۃ

حدیث حلال روزی کا تلاش کرنا فرض ہے بعد (دینی) فرائض کے اس کو طبرانی نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے ابن مسعود کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے **ف** اس میں دلالت ہے اس پر کہ معاد میں مشغول ہونا مانع نہیں ہے ضروری معاش میں مشغول ہونے سے جیسا اہل غلو سمجھتے ہیں (بلکہ معاد میں اعانت و تقویت کا سبب ہوتا ہے)۔

عدم التنافی بین المعاد وبین المعاش الضروری

الحدیث من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ت وحسنہ من حدیث ابی سعید لہ ولابی داؤد وابن حبان نحوہ من حدیث ابی ھریرۃ وقال حسن صحیح **ف** فیہ ان

حدیث - جو شخص آدمیوں کا شکر گذار نہ ہو وہ اللہ تعالےٰ کا بھی شکر گذار نہیں اسکو ترمذی نے ابو سعید کی حدیث سے روایت کیا اور تحسین کی اور ابو داؤد اور ابن حبان نے اسکے قریب قریب ابو ہریرہؓ کی حدیث سے روایت کیا اور اسکو حسن صحیح کہا **ف** اس حدیث میں اسپر دلالت

اداء حقوق الحق تعالیٰ لا
یوھن حقوق الخلق بل
یؤکدھا لاسیما عباد یعینون
علی الوصول الی الحق کالمشائخ
وعلی تاکد حقوقھم من
اطاعتھم وتبجیلھم دلائل
مستقلۃ غیر ھذا۔

الحدیث من اسدی
الیکم معروفا فکافئوہ
الحدیث دن من حدیث
ابن عمر باسناد صحیح
بلفظ من صنع وتمامہ
فان لم تستطیعوا
فادعوا لہ حتی تعلموا
انکم قد کافأتموہ
ف فیہ ما فی ما
قبلہ۔

الحدیث حدیث ادخر
لعیالہ قوت سنۃ اخرجاہ
من حدیث عمر کان یعزل
نفقۃ اھل سنۃ **ف** فیہ

کہ حق تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا حقوق خلائق کو
ضعیف نہیں کرتا بلکہ اس کو موکد کرتا ہے خصوص
ایسے بندوں کے حقوق کو جو کہ وصول الی الحق
میں معین ہوتے ہیں جیسے مشائخ (وہادین) اور
ان حضرات کے حقوق یعنی ان کی اطاعت وتعظیم
کے موکد ہونے پر علاوہ اس حدیث کے اور مستقل
دلائل بھی ہیں۔

حدیث جو شخص تمہارے ساتھ کچھ احسان کرے
تم اس کی مکافات کرو اس کو ابوداؤد اور نسائی نے
ابن عمر کی حدیث سے باسناد صحیح لفظ من صنع
سے روایت کیا ہے (بجائے اسدی کے اور حاصل
دونوں کا ایک ہی ہے) اور پوری حدیث یہ ہے
کہ اگر تم کو (مکافات کرنے کی) استطاعت نہ ہو
تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تم کو یہ معلوم ہونے
لگے کہ تم نے اس کی مکافات کردی **ف** اس میں
بھی وہی مضمون ہے جو اس سے پہلی حدیث میں
تھا (یعنی شکریہ محسن)۔

حدیث آپ نے اپنے عیال کے لئے ایک سال
کا غلہ جمع فرمایا اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عمر
کی حدیث سے روایت کیا کہ آپ اپنے اہل کا سال
بھر کا خرچ جدا رکھ لیتے تھے **ف** اس سے

۳۱

بمثل الساقی

عدم التنافی بین التوکل وبین الادخار الضروری

ان الادخار لمصلحة لا ینافی
التوکل ولا کماله لعدم الکلام
فی کمال توکله صلی الله علیه
وسلم ثم هی عامة لمصلحة
العیال او لمصلحة النفس من
تحصیل الاطمینان وازالة
التشویش لان الطبائع مختلفة
فطرة لا یتیسر لبعضها الاجتماع
بدون اسبابه فکان ادخاره
صلی الله علیه وسلم ترحما علی هؤلاء
مع عدم افتقاره صلی الله علیه وسلم
فی الاجتماع الی الاسباب هذا۔

۳۲ **الحدیث** اذا جاء کم کریم
قوم فاکرموه ه من حدیث
ابن عمر ورواه د فی المراسیل
من حدیث الشعبی مرسلا
بسند صحیح وقال روی متصلا
وهو ضعیف ولك نحوه من حدیث
معبد بن خالد الانصاری
عن ابیه وصحح اسناده
ف فیه

ثابت ہوا کہ کسی مصلحت سے (بقدر ضرورت)
ذخیرہ رکھ لینا نہ توکل کے منافی ہے اور نہ کمال
توکل کے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل
ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں پھر وہ مصلحت
عام ہے خواہ عیال کی مصلحت ہو خواہ نفس کی
مصلحت ہو یعنی تحصیل اطمینان وازالہ تشویش
کیونکہ طبائع فطرۃً مختلف ہوتی ہیں بعضوں کو
یکسوئی بدون اسباب یکسوئی کے میسر نہیں
ہوتی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ فرمالینا
ایسے لوگوں پر رحمت اور شفقت تھی باوجودیکہ
آپ کو یکسوئی میں اسباب کی حاجت نہ تھی
خوب سمجھ لو۔

حدیث جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف
آوے تم اس کا اکرام کرو روایت کیا اسکو ابن ماجہ
نے ابن عمر کی حدیث سے اور ابوداؤد نے مراسیل
میں شعبی کی حدیث سے بسند صحیح روایت کیا
اور کہا کہ یہ متصلاً بھی روایت کیا گیا ہے مگر
ضعیف ہے اور حاکم نے اس کے قریب قریب
معبد بن خالد انصاری کی حدیث سے نقل کیا
جس کو انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا اور
اس کے اسناد کی تصحیح کی **ف** اس میں اس

(۱۵) خانصاحب نے فرمایا۔ حکیم ضیاء الدین رامپوری کے چچا مولوی محمد حسن صاحب کو میں بچپن سے جانتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے استاد میانجی محمدی صاحب سے ان کے بہت سے حالات سنے ہیں مولوی صاحب موصوف مولوی اسمعیل صاحب شہید اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کا قصہ حضرت گنگوہی سے سُنا ہے کہ جب سید صاحب کا قافلہ جہاد کو جاتے ہوئے سہارنپور پہونچا تو مولوی محمد حسن صاحب ان سے سہارنپور آکر ملے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ اسکا خیال رکھا جاوے کہ مولوی محمد حسن کسی صاحب کے مکان پر یا کسی دوکان پر کھانا نہ کھائیں میں انکو اپنے ساتھ کھلاؤں گا مولوی محمد حسن نہایت نازک مزاج اور نازک طبع تھے جب کھانے کا وقت آیا اور مولوی صاحب مولانا شہیدؒ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ تو ایک ہی نوالہ لینے پائے تھے کہ مولانا شہید نے زور سے ناک سنکی۔ مولوی صاحب کھانے سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے مولانا شہید نے انکے اُٹھ جانے کی مطلق پروا نہ کی اور اپنے خدام سے فرمایا کہ اب اسکا زیادہ خیال رکھا جاوے کہ یہ کہیں کھانا نہ کھاسکیں۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ جب دوسرا وقت ہوا اور کھانا کھانے بیٹھے تو مولانا نے پھر زور سے سنکا مگر مولوی محمد حسن ہوقت شہ اٹھے جب وہ اٹھے تو مولانا نے رینٹ کو انکے سامنے انگلیوں سے ملا اس پر ان سے نہ رہا گیا۔ اور یہ کہکر کہ مولانا کیا کرتے ہو۔ فوراً اٹھ کے چلے گئے۔ مولانا نے اپنے خدام کو پھر ہدایت کہ دیکھو ان کو ہرگز کہیں کھانا نہ کھانے دینا۔ جب تیسرا وقت ہوا تو پھر کھانا کھانے بیٹھے۔ مولانا شہید نے پھر زور سے سنکا۔ اور ہاتھ سے رینٹ کو ملتے ہوئے انکے کھانے کی طرف کو لے گئے۔ انھوں نے اپنا پیالہ مولانا کے سامنے کر دیا اور کہا کہ اب تو اگر آپ اسمیں ملا بھی دینگے تب بھی کھا لونگا مولانا نے فرمایا۔ کہ بس اب علاج ہو گیا خدام سے کہا پانی لاؤ اور پانی منگا کر ہاتھ دھو ڈالے۔ اسکے بعد فرمایا کہ میں نے یہ اسلئے کیا تھا۔ کہ تم جہاد کو جا رہے ہو۔ اور جہاد میں نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی۔

حاشیہ حکایت (۱۵) قولہ نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی۔ اقول ھو کما قال العارف الشیرازی ؎ نازپرورد تنعم نبرد راہ بدوست ٭ عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد

۱۷

حکماء امت اخلاق و ملکات کی اصلاح اسطرح کرتے ہیں (شت)

(۱۶) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ ایک روز مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلی میں جامع مسجد کے حوض پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے اتنے میں تبرکات نکلے اور لوگ انکے ساتھ بہت زور و شور سے نعت پڑھتے ہوئے آئے۔ مگر مولانا نے التفات نہیں کیا اور برابر وعظ کہتے رہے یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اور انھوں نے یہ کہا کہ مولانا آپ کیا کر رہے ہیں۔ اُٹھئے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی تعظیم دیجئے۔ مولانا اسپر بھی نہ اُٹھے۔ اسپر لوگوں کو اور اشتعال ہوا۔ اور انھوں نے اور سختی سے کہا۔ اسپر مولانا نے فرمایا۔ کہ اول تو یہ تبرکات مصنوعی ہیں پھر میں اسوقت بحیثیت نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض تبلیغ انجام دے رہا ہوں لہذا میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس جواب کو سنکر اور شغب ہوا۔ اور فساد تک نوبت پہنچی۔ مگر چونکہ مولانا کے ساتھ بھی فدائی بہت تھے اسلئے فساد نے کوئی خطرناک صورت اختیار نہ کی اور صرف زبانی ہی تو تو میں میں تک قصہ رہگیا۔ یہ زمانہ اکبر شاہ ثانی کا تھا۔ اور اکبر شاہ اس خاندان کا بہت معتقد تھا۔ لوگوں نے جاکر بادشاہ سے حضرت مولانا کی بہت شکایتیں کیں۔ اس قصہ کو یہاں چھوڑ کر ایک دوسری بات عرض کرتا ہوں۔ شاہ عالم کے وقت میں جو معاہدہ انگریزوں سے ہوا تھا۔ اسمیں بادشاہ کے اختیارات قلعہ اور شہر اور اُسکے اطراف اور قطب صاحب اور اسکے اطراف تک محدود تھے۔ لیکن اکبر شاہ کے وقت میں یہ اختیارات صرف قلعہ اور شہر تک رہگئے تھے۔ اس جملہ معترضہ کے بعد اب پھر قصہ بیان کرتا ہوں جب مولانا کی بادشاہ تک شکایتیں پہنچیں۔ تو بادشاہ نے مولانا کو بلوایا۔ اور ان سے حوض کے واقعہ کی تفصیل دریافت کی۔ مولانا نے پورا واقعہ بیان فرما دیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تبرکات مصنوعی ہیں۔ اور ان کی تعظیم ہمارے ذمہ نہیں ہے اکبر بادشاہ نے کسیقدر تیز لہجہ میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ انکو مصنوعی کہتے ہیں۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے اور نہایت نرم لہجہ میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہی ہوں۔ مگر آپ اس کو مصنوعی سمجھتے بھی ہیں۔ اور معاملہ بھی انکے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں

۱۸

اکبر شاہ نے تعجب سے کہا۔ کہ یہ کیسے مولانا نے فرمایا۔ کہ اسکا ثبوت یہ ہے کہ سال بھر میں دو دفعہ وہ تبرکات آپکی زیارت کے لئے آتے ہیں اور آپ ایک دفعہ بھی انکی زیارت کیلئے نہیں تشریف لے گئے۔ یہ سُنکر اکبر شاہ چُپ رہگیا۔ اوسکے بعد مولانا نے کسی سے فرمایا۔ کہ ذرا قرآن شریف اور بخاری شریف لاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں لائے گئے۔ اور آپ نے انکو ہاتھ میں لیکر واپس کرایا اور اسکے بعد یہ تقریر فرمائی۔ کہ ان تبرکات میں اول تو یہی کلام ہے کہ وہ مصنوعی ہیں یا اصلی لیکن اگر انکو واقعی مان بھی لیا جاوے۔ تب بھی اکثر تبرکات جیسے چادر اور قدم وغیرہ ایسے ہیں جن میں کوئی شرف ذاتی نہیں بلکہ اون میں محض تلبس سے شرف آیا ہے۔ لیکن قرآن شریف کے کلام اللہ ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ علی ہذا بخاری شریف بھی قریب قریب بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس لئے اسکا کلام رسول ہونا بھی ناقابل انکار ہے اور کلام اللہ و کلام رسول کے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اوڑہی ہوئی چادر وغیرہ سے اشرف ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں ہوسکتا مگر باوجود ان تمام ناقابل انکار باتوں کے کلام خدا و کلام رسول تمہارے سامنے آیا۔ مگر تم لوگوں نے ان کی کوئی تعظیم نہ دی۔ بلکہ برابر اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ حضرات تبرکات کی تعظیم انکے شرف کی وجہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ محض ایک رسم پرستی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اس مضمون کو مولانا شہید نے نہایت بسط اور واضح تقریر میں ادا فرمایا جب مولانا تقریر فرمارہے تھے۔ تو بادشاہ گردن جھکائے ہوئے خاموش بیٹھا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی سلسلہ میں یہ بھی ہوا کہ بادشاہ ہاتھوں میں اور پاؤں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھا اور اُسکے پاس ایک شاہزادہ بیٹھا ہوا تھا جسکے ڈاڑہی منڈی ہوئی تھی مجھے اس شاہزادے کا نام بھی یاد تھا۔ مگر اب یاد نہیں رہا حضرت مولانا نے فرمایا کہ شاہزادہ تو چکنا گھڑا ہے کہ پچاس برس شاہ عبدالعزیز کا وعظ سُنا مگر اب تک ڈاڑہی نہیں رکھوائی اور بادشاہ کی نسبت بھی کچھ فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہا اسکا اثر یہ ہوا کہ شاہزادہ نے ڈاڑہی رکھوالی اور بادشاہ نے کڑے اتار دیئے۔

حاشیہ حکایت (۱۶) قولہ اسکا اثر یہ ہوا الخ اقول یہ بھی بڑی اہلیت ہے

ان سلاطین کی نیز اثر ہے حضرت مولانا کے خلوص وللہیت کا بھی (رشت)

(۱۷) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے حکیم خادم علی صاحب اورنگ آبادی سے سنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید اور آپ کے کچھ ساتھی جن میں میں بھی تھا شکار کے لئے چلے قطب صاحب کے پرلی طرف میل بھر کے فاصلہ پر ایک گشائیں رہتا تھا۔ جو کہ مرتاض تھا اور اسکے چیلے اوسکے پاس رہتے تھے اسکے کُٹی کے اطراف میں مور بہت زیادہ تھے ہندوؤں کے نزدیک مور بہت عظمت کی چیز ہے۔ مولانا نے بندوق سے ایک مور کا شکار کر لیا اسپر اس گشائیں کے چیلوں میں ایک شور مچ گیا اور گشائیں سمیت سب کے سب مولانا اور انکے ہمراہیوں سے لڑنے کے لئے آئے۔ مولانا کے ہمراہی بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو کر اودہر کو چلے مولانا نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا۔ کہ خبردار جبتک میں اجازت نہ دوں تم کچھ نہ بولنا اور فرمایا۔ تم ذرا نرمی کرو انشاء اللہ ہم مور اسکو کھلا کر چلیں گے اور یہ کہکر مولانا مسکراتے ہوئے گشائیں کی طرف بڑھے اور اسکا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ گشائیں صاحب ذرا میری بات سُن لیجئے۔ اوسکے بعد جو آپ کے جی میں آئے کیجئے ہم آپ کے پاس موجود ہیں کہیں جاتے نہیں ہیں غرض اس قسم کی نرم گفتگو سے اسکو نرم کیا اوسکے بعد آپ نے مناسب طور سے اوسے اسلام کی دعوت دی اور دونوں جانب سے دیر تک اس معاملہ میں گفتگو رہی۔ اسکے بعد وہ گشائیں اور اسکے اکثر ہمراہی مشرف باسلام ہوئے اور کچھ لوگ گشائیں کو بھی اور مولانا کو بھی بُرا بھلا کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ مولانا نے رات کو گشائیں کے پاس آرام فرمایا اور مور پکوا کر اسکو کھلایا خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے اور میں بھی اسوقت مولانا کے ساتھ تھا۔

۲۰

حاشیہ حکایت (۱۷) قولہ وہ گشائیں اور اوسکے اکثر ہمراہی مشرف باسلام ہوئے اقول اسپر شعر یاد آگیا ؎ آہن کہ بپارس آشنا شد ؛ فی الحال بصورت طلا شد ؛ (رشت)

(۱۸) خانصاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب نے فرمایا کہ ایک مجذوب

پہلا مژدہ

خنفہ کے ذمہ ہمیشہ سے یہ غیر واقعی الزام تہا کہ انکے پاس احادیث بہت کم ہیں حتی کہ
بعض نے یہی کہہ دیا کہ انکے پاس صرف تین چار ہی حدیثیں ہیں اسکے جوابات مختلف زمانوں میں
مختلف حضرات نے ہمیشہ دیئے مگر اس زمانہ میں چونکہ بعض فرقے ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ جو
حنفیہ پر طعن و تشنیع سے کام لیکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اور عوام کو بہکاتے ہیں اسلئے ایک
ایسی کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جسمیں مسائل فرعیہ کے دلائل میں جو احادیث حنفیہ
کی مستدل ہیں اونکو یکجا جمع کر دیا جاوے خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب کی تالیف ۱۳۲۶ھ میں
شروع ہوئی اور ۱۳۲۷ھ میں اسکا پہلا حصہ بنام احیاء السنن شائع بھی ہوگیا اور ہاتھوں ہاتھ
فروخت ہو کر ختم ہوگیا اب اس کتاب کا دوسرا حصہ یعنی بہ اعلاء السنن چھپکر تیار ہوگیا ہے اسکے بھی
بہت کم نسخے رہگئے ہیں۔ اصل کتاب عربی میں اس طرح ہے کہ اوپر حدیث نقل کر کے اسکے
نیچے جو مسئلہ اس سے مستنبط ہوتا ہے اوسکی تقریر کر دی گئی ہے۔ یہ تقریر عربی میں ہے
اور مفصل ہے اور حاشیہ پر زبان اُردو میں اون احادیث کا ترجمہ اور تقریر کا ماحصل درج
کر دیا گیا ہے تاکہ عوام بھی اُس سے فائدہ اُٹھاکر بہکانے والوں کے شر سے محفوظ رہیں۔
جلدیں بہت کم باقی ہیں جلد منگا لیجئے۔ قیمت دو روپے چار آنے۔ (۲عہ)

رعایت

آخر محرم ۱۳۴۴ھ تک ایک روپیہ بارہ آنے (۱۲عہ) محصولڈاک ۵ر

ملنے کا پتہ

(صوفی) عبدالقادر ناظم امداد المواعظ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

دیگر

محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

دوسرا مژدہ

حق تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ تمنا جو ۱۳۲۲ھ سے دلمیں تھی اور اسکی تکمیل کیلئے دل بے اختیار تھا ۱۳۴۱ھ میں پوری ہوئی کہ کتاب مستطاب مسمیٰ بہ کلام الملوک جو کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے نظم ملفوظات کا مجموعہ ہونے کے اعتبار سے ملوک الکلام ہے طبع ہو کر اہل علم کی خدمت میں پیش ہوگئی یہ مجموعہ بفضلہ تعالےٰ جسطرح کلام صحابہ ہونے کی وجہ سے بیشمار انوار و برکات پر مشتمل ہے اسیطرح ایک ممتاز درجہ کی ادبی کتاب بھی ہے اور چونکہ ہر کلام کے اول میں مختصراً اوسکا موقع بھی لکھا گیا ہے اسلئے ایک مختصر تاریخی کتاب بھی اور مضامین کی خصوصیات کے جو فوائد ہیں شل مدح نبوی اور مدح صحابہ اور انکے کارنامے اور انکی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وغیرہ انکے علاوہ ہے۔ عام شائقین کے نفع کے لئے ان اشعار کا اردو سلیس ترجمہ بھی حاشیہ پر لکھدیا گیا ہے تاکہ اُردو خوان حضرات بھی ان برکات سے منتفع ہوں۔

مشورۂ مفید

اس خزینہ طیبہ کو اگر حضرات اہل علم خصوص مہتممین اپنے مدارس میں داخل درس فرمادیں تو اسکا نفع تام ہو جاویگا اور تاجر اگر اسکی قیمت میں رعایت کا لحاظ رکھیں تو انشاء اللہ نفع عام ہو جاوے۔ اس مجموعہ مبارکہ کا ہدیہ تین روپیہ آٹھ آنے ہے اور مدرسین و طلبہ کے لئے حسب مشورہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم برعایت خاص آخر محرم ۱۳۴۴ھ تک (للعہ) علاوہ محصولڈاک ہے (محصولڈاک ۷ر)

المشتہر

(صوفی) عبدالقادر ناظم امداد المواعظ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

پتہ دیگر

محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی